آندھی کوئی طاقت اس کو اکھیڑ نہیں سکتی وہ ان سینوں کو ظاہری و باطنی دونوں طور پر منوّر کرتا ہے۔ ہر ایک خون کے قطرے پر اس کا تصرّف ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ خون کی آخری بُوند تک کلمہ طیّبہ ان کی حرزِ جان بنا ہوتا ہے۔ گویا ان دلوں سے اگر سچے کلام کی جڑیں اُکھیڑنے کی کوشش کی جائے تو دل قربان ہو جاتے ہیں لیکن جڑیں نہیں اُکھڑ سکتیں ان کے مقابل پر بڑی سے بڑی طاقت ہیچ نظر آتی ہے دوسری طرف جو کلمہ طیّبہ کی جڑوں کو اکھیڑنے کی کوشش کریں ان میں یہ جڑیں مضبوط نہیں ہو سکتیں کیونکہ نقیضین اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ اِس لئے ہر ایسا دعویٰ باطل ہے جو ایک پہلو سے محبت اور دوسرے پہلو سے نفرت کا امتزاج رکھتا ہو۔ اور ایسے دعویٰ کے لئے قرآن کریم فرماتا ہے "مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ" کہ اس کے مقدّر میں اُکھڑنا لکھا ہے وہ پائیدار نہیں ہو سکتا۔

سچے کلام کی جڑیں زمین میں مضبوط ہونے کا یہ مطلب بھی ہے کہ اس کی جڑیں پھیلتی رہتی ہیں، اور جس طرح دیپ سے دیپ جلتا ہے اس طرح اس کی روشنی پھیلتی ہے اور اپنے ہالہ کو بڑھاتی چلی جاتی ہے۔ منبع خدا تعالیٰ کی ذات ہونے کی وجہ سے سچا کلام کسی انسانی امداد کا محتاج نہیں وہ باوجود مخالفتوں کے آگے بڑھتا ہے۔ بجھانے کی کوشش ہو تو پہلے سے زیادہ چمکتا ہے۔ بڑھوتری اس کا مقدّر بن جاتی ہے۔ اُسے خدا تعالیٰ کا دستِ قدرت میسّر ہوتا ہے جو اپنی قادرانہ شان سے ہر آڑے وقت میں اس کی حقانیّت کو واضح کرتا ہے۔ وہ کسی انسانی قانون، کسی مادی طاقت، کسی کانفرنس یا کسی اجتماعی اکثریت کا محتاج نہیں کیونکہ اس طرح خدا تعالیٰ کی آن پر حرف آتا ہے اِس لئے ہر وہ نظام خواہ وہ کتنا ہی سچائیوں پر مشتمل پیش کیا جائے اگر اپنی بے بسی میں انسانوں کا محتاج ہو جائے۔ اگر اپنے نفاذ میں مادی طاقت کا سہارا لے کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی غیرت یہ گوارا نہیں کرتی کہ جو صرف اور صرف اس ذاتِ اقدس کو ہی زیبا ہے کسی اور کے مقدّر میں آئے۔

یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ سچ کو غالب کرنے کے لئے ایسی قوم کو چُنتا ہے جو بے سہارا، غریب اور ہر لحاظ سے محروم ہو۔ تا خدا تعالیٰ ان کے ذریعہ سے اپنی طاقت کا اظہار کرے اور پھر آہستہ آہستہ وہ اس سچائی کو غلبہ بخشتا رہتا ہے۔ اس کے خلاف اُٹھنے والی ہر تحریک کو خواہ وہ کتنی ہی قوّت کی مالک ہو بالآخر تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ بعض اَوقات یہ تحریکات نئے رُوپ بدل کر آتی ہیں۔ نئے سے نئے انداز اختیار کرتی ہیں، وہ طریقے زیرِ غور لاتی ہیں جن سے پہلوں نے کوتاہی برتی ہو۔ لیکن خدا تعالیٰ بھی اپنی سچائی کے لئے غیرت دکھاتا ہے اور ایسے ایسے انداز سے ان کی ذلّت و رُسوائی کے سامان کرتا ہے کہ ہر اہلِ بصیرت کے لئے وہ باعثِ عبرت ہو۔

فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ یعنی کلمہ طیّبہ کی شاخیں آسمان پر ہوتی ہیں گویا کلمہ طیّبہ کو اپنے دلوں میں بسانے والوں کا آسمان سے پختہ تعلق ہوتا ہے اور وہ کسی زمینی خوف کو خاطر میں نہیں لاتے۔ سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ

عالیہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں :-

" زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر آسمان سے تمہارا پختہ تعلق ہو۔"

گویا ایسے لوگ آسمانی طیور ہوتے ہیں جنہیں زمینی صیادوں کے شکنجے قابو میں نہیں لا سکتے۔ ان کی قوتِ پرواز وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کے حصار میں ہوتی ہے وہ خدا تعالیٰ کی خاطر ہر خطرہ مول لیتے ہیں حتیّٰ کہ قتل کے منصوبے بنائے جاتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ تمام تدبیروں کو خاک میں ملا کر ان کو اپنی رحمت کی گود پیش کرتا ہے اِس لئے جب کوئی انسان خدا تعالیٰ کا ہو جاتا ہے تو تقدیر کی زمام اس کی مرضی کے تابع ہو جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ اس کی ہر بات کو پورا کرتا ہے۔ لوگ جتنا اِس آواز کو دبانے کی کوشش کریں اللہ تعالیٰ اتنی ہی شوکت اس آواز میں بھر دیتا ہے اور اس کی خاطر بعض اوقات افراد تو کیا ایک پورے جہان کو ذلیل و رُسوا کر دیتا ہے۔ سچّائی کا یہی سب سے بڑا ثبوت ہے کہ مٹانے کا دعویٰ کرنے والے خود مٹ جاتے ہیں۔ تاریخ انہیں حرفِ غلط سمجھتے ہوئے ان پر خطِ نسخ کھینچ دیتی ہے اور ماضی کے سرد خانوں میں ڈال دیتی ہے۔ لیکن سچائی کی آواز خواہ کتنی ہی کمزور کیوں نہ ہو۔ غریب و بے کس و گمنام و بے ہُنر ہی کیوں نہ ہو خدا تعالیٰ اُسے ایسا بگل عطا کرتا ہے کہ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پاتی ہے اور دُنیا کی کوئی طاقت اس آواز کو روک نہیں سکتی۔

حوادثاتِ زمانہ محض اتفاقی نہیں ہوتے بلکہ خدا تعالیٰ کی ایک خاص تقدیر کے تحت ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ زلزلہ کی شدّت، سیلاب کی جولانی، آتشِ غضب کا بھڑکنا اور انقلاباتِ عالم اسی کے دستِ قدرت کے مظاہر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر حادثہ یا ابتلاء اپنے جلو میں سچّائی کی فتح کے نشان لئے ہوتا ہے اور مخالفِ سچائی کی رُسوائی کا پیغام بن کر آتا ہے۔ جو نظام خدا تعالیٰ کے پیار کے سایہ میں ہو خدا تعالیٰ کبھی اس کو تباہ نہیں کرتا کبھی اس کے مدعیان کو غضب کا مورد نہیں بناتا۔ کبھی ان کے مشن کو ناکام نہیں کرتا، کبھی انہیں عبرتناک انجام کا نشانہ نہیں بناتا بلکہ اس کے برعکس ان سے پیار کا معاملہ کرتا ہے۔ ان کے نظام کو بڑھاتا ہے، ابتلاؤں کو کھاد کی مانند بنا کر روئیدگی میں اضافہ کرتا ہے۔ بے بسی، غریب الوطنی اور بے دست و پا ہونے کی حالت میں بھی ان کی نصرت فرماتا اور ان کے لئے اپنی قدرت کے نشان ظاہر کرتا ہے۔

پس اے سچّائی کے پرستارو! خوش ہو اور خوشی سے اُچھلو کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے ہاتھوں سچّائی کا غلبہ مقدّر کر رکھا ہے لیکن ضرور ہے کہ اس کے لئے دل خون ہو جائیں اور آتشِ صدق میں ہر جسم کا ذرہ ذرہ جلنے لگے تا ان ذرّوں کے مجموعی التہاب سے سچّائی کی صبحِ صادق طلوع ہو کہ ؎

خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

امام الکلام

اِستغفار کرنا چاہیئے

"جس کے کان سُننے کے ہوں اسے ہم بخوشی سُناتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ بیان کرو تو وہ سُنیں گے ہی نہیں یا بات کو دوسری طرف لے جائیں گے۔ بے دینی کی ایک زہرناک ہَوا چل رہی ہے جس نے کسی کو ہلاک کر دیا، کسی کو اندھا، کسی کو مَست۔ وہ جو خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے والے ہیں بہت تھوڑے رہ گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی ہستی ثابت کرنے کی بڑی ضرورت ہے۔ فرقے تو بہت ہو گئے تھے مگر دہریہ سب سے زیادہ ہیں۔ عظمتِ الٰہی مطلق نہیں رہی عظمت کیا ہو جبکہ خدا کے وجود پر ہی یقین نہیں رہا..... انسانوں کے ہاتھوں پر جو امور مقدّر تھے وہ تو ختم ہو چکے اب خدا تعالیٰ نے ایسے کُل امور کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ یہ طاعون، زلزلے، طرح طرح کے امراض، مصائب سب خدا کی تلواریں ہیں۔ تعجّب ہے کہ حادثے پر حادثے آتے ہیں، مصیبت پر مصیبت آتی ہے مگر ہماری جماعت کے سوا دوسرا کوئی ان سے متأثر نہیں ہوتا۔ حالانکہ یہ سب بلائیں اِس لئے ہیں کہ لوگوں کی غفلت دُور ہو۔ وہ تضرّع اختیار کریں اور سمجھیں کہ خدا ہے دیکھو ہر پہلو سے حادثے واقع ہو رہے ہیں اور ابھی کیا معلوم کہ آگے آگے کیا ہونے والا ہے۔ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اب جو کچھ کرے گا خدا ہی کرے گا۔ جرّاحی آخری علاج ہے اور علاج تو سب ہو چکے پس یہ آخری علاج ہے اب یا بیمار مرے گا یا صحتیاب ہوگا۔ کئی لاکھ انسان مر چکا ہے مگر عملی حالت دکھاتی ہے کہ ابھی کچھ بھی نہیں ہُوا۔ نیکی کی طرف سے بہت دُور ہیں اور بُدی کی جانب قریب ہیں۔ استغفار کرنا چاہیئے۔

آگے قاعدہ تھا کہ مسلمان بادشاہ عام طور پر وباؤں کے وقت انابت اِلی اللہ اور دعا و صدقہ وخیرات کی طرف توجہ دلاتے رہتے۔ اب یہ بھی نہیں بلکہ خدا کا نام لینا بھی خلافِ تہذیب سمجھا جاتا ہے۔"

(روحانی خزائن نمبر ۲ ملفوظات جلد دہم صفحہ ۱۱۶، ۱۱۷)

کلام الامام

تمام بدیوں سے بچنے کی ایک ہی راہ

"اگر انسان کو یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کیسی قادر، رحیم، علیم، خبیر، ربّ، رحمٰن، رحیم اور مالکِ یوم الدّین اور وہ شہنشاہ احکم الحاکمین ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہر وقت یہ خواہش نہ ہو کہ اسے راضی کیا جائے۔ پھر اس نے اپنے رسولوں کی معرفت بتا دیا ہے کہ وہ کسی بدی پر راضی نہیں ہیں۔ سمجھ ہی نہیں سکتا کہ ایک شخص ایمانِ حقیقی رکھ کر سب نبیوں کی مشترکہ تعلیم کی خلاف ورزی کیوں کرتا ہے۔ کیا کسی بھی نبی کی تعلیم ہے کہ جھوٹ بولیں۔ دُنیا کے حریص ہوں۔ کاہل اور سُست بن جائیں۔ دھوکہ دیں۔ حق سُبحانہٗ و تعالیٰ کی عبادت سے غافل ہو جائیں۔ شریروں اور بدمعاشوں سے تعلق پیدا کریں خدا تعالیٰ اِس کو کبھی پسند نہیں کرتا اور ان تمام بدیوں سے بچنے کی ایک ہی راہ ہے کہ اللہ پر ایمان ہو۔ پس جو شخص مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ کا مصداق ہو وہ تمام نیکیوں کا گرویدہ اور بھلائیوں کا پسند کرنے والا ہوگا۔ اگر اسی طرح پر سمجھ نہیں آتا تو ایک اَور راہ ہے جس پر چل کر انسان بدیوں سے بچ سکتا ہے۔ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یومِ آخر پر ایمان ہو کہ بدیوں کا بدلہ نیک ملے گا۔ اگر انسان جزاءِ اعمال کو مانتا ہو اور اسے ایمان ہو تو وہ بدیوں سے بچ جاتا ہے۔

..... اگر آخرت پر ایمان ہو کہ اللہ تعالیٰ کے حضور جا کر ان اعمال کی جواب دہی کرنا تو ایسا عاقبت اندیش بدی کا اِرتکاب نہیں کر سکتا ..... ہر ایک کام کے انجام کو سوچو۔ پھر نیکی کی تحریک کے لئے ملائکہ بڑی نعمت ہیں جو انسان کے دل میں نیکی کی تحریک کرتے ہیں۔ اگر کوئی ان کے کہنے کو مان لے تو اس طبقہ کے جو ملائکہ ہیں وہ سب اس کے دوست ہو جاتے ہیں۔ تو قرآن مجید میں فرمایا نَحْنُ اَوْلِیَاءُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا۔ ایسی پاک مخلوق کسی کی دوست ہو اَور کیا خواہش ہو سکتی ہے۔"

(خطباتِ نور جلد دوم صفحہ ۱۵۶، ۱۵۷)

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

دسمبر ۱۹۸۸ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

ماہنامہ

انصاراللہ

ربوہ

دسمبر ۱۹۸۸ء

ایڈیٹر
مرزا محمد الدین ناز

پبلشر:۔ چوہدری محمد ابراہیم
پرنٹر:۔ قاضی منیر احمد
مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقامِ اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ انصاراللہ
دارالصدر جنوبی۔ ربوہ

اس شمارہ میں

• اداریہ	صفحہ ۲
• امام الکلام	۵
• کلام الامام	۶
• عربی منظوم کلام	۷
• فارسی منظوم کلام	۸
• خلاصہ خطبات حضرت امام جماعتِ احمدیہ	۹
• "ہر طرف نورِ تقویٰ کی شمعیں روشن کریں"	۳۱
• حضرت امام جماعتِ احمدیہ کا دورہ مشرقی افریقہ	۳۴
• قوتِ فیصلہ	۳۷

جلد نمبر ۲۹
شمارہ نمبر ۱۲

شرح چندہ

پاکستان ———— بیس روپے سالانہ
قیمت فی پرچہ:۔ دو روپے

اداریہ

...... ہوتی ہے سحر پیدا

"سچ" کی آواز میں بڑی طاقت اور زبردست رُعب ہوتا ہے۔ وہ جب بھی فضاؤں میں بکھرتی ہے تو یُوضَعُ لَهُ القَبُولُ کے تحت فرشتے ارشادِ ربّانی کی بجا آوری میں اس کی حقانیّت کو قائم کرتے اور اس کی وسعت اور رفعت میں اضافہ کرتے چلے جاتے ہیں اس لئے ہر وہ آواز جو مقبولیت کھو دیتی ہے اور صدائے بازگشت کو بھی ترستی ہے نیز باوجود اس کے قیام کی کوشش کے دم توڑتی رہتی ہے سچ نہیں کہلا سکتی۔ سچائی کے مقدر میں دوام اور ارتقاء ہے کیونکہ ہر سچائی کا چشمہ خدا تعالیٰ کی ذات سے پھوٹتا ہے جس سے پاک کلمات کی ابتداء جنم لیتی ہے۔ اسی وجہ سے فرمایا اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ کہ ہر پاک کلمہ خدا تعالیٰ کی طرف بلند ہوتا ہے۔ گویا ہر پاک کلمہ براق اور تیز رفتار سواری ہے جو سوار کو روحانی رفعتوں سے ہمکنار کرتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی کلمہ طیبہ کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا کَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ کہ کلمہ طیّبہ ایک ایسے درخت کی مانند ہے جو پاک ہے اور مادی کثافتوں سے مبرّا ہے۔ اس کی زمین میں بھی جڑیں مضبوط ہیں اور اس کی شاخیں آسمان سے پختہ تعلق قائم کئے ہوئے ہیں۔

کلمہ طیّبہ خواہ معروف و متداول کلمہ ہو یا بنیادی صداقت اس کی زمین میں جڑیں پائیدار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ قلوبِ مطہرہ میں اپنی جڑیں مضبوط کرتا ہے اور ان میں اپنے پاکیزہ اثرات چھوڑتا ہے۔ حضرت مصلح موعود تحریر فرماتے ہیں:۔

> "کلامِ الٰہی مومنوں کے دلوں اور اعمال میں جڑھیں پکڑتا ہے اگر اس پر عمل کرنے والی کوئی جماعت نہ ہو تو اس کے آثار اور نتائج ظاہر نہیں ہو سکتے۔ پس مومنوں کی جماعت کلامِ الٰہی کے لئے بمنزلہ زمین ہوتی ہے اور اَصْلُهَا ثَابِتٌ کے یہ معنی ہیں کہ وہ ایمان لانے والوں کے قلوب پر ایک گہرا اثر ڈالتا ہے اور ان کے اندر مضبوطی سے جڑھیں پکڑ لیتا ہے یعنی وہ اس پر عمل کرتے ہیں اور اسکے کمالات کو ظاہر کرنے کا موجب ہوتے ہیں۔"
>
> (تفسیر کبیر جدید حضرت مصلح موعود جلد سوم صفحہ ۴۶۷)

گویا سچا کلام جن دلوں میں اپنی جڑھیں پکڑتا ہے وہ اپنی جڑھوں کو راسخ کرتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ کوئی

عربی منظوم کلام

أَكَلْتَ حُشَارَةَ كُلِّ قَوْمٍ مُّبْطِلٍ　　فَتَأْكُلُ مَا أَكَلُوا وَلَا تَتَخَفَّرُ

اے مخالف تُو نے بطال لوگوں کا بچا کھچا چھان کر کھا لیا ہے اور جو وہ کھا چکے ہیں تُو کھاتا ہے اور حیا نہیں کرتا

أَبَارَيْتَ يَا مِسْكِيْنُ ذَا الرُّمْحِ بِالْعَصَا　　وَأَنَّى أَجَادِدُنَا وَأَنَّى مِحْمَرُ

اے مسکین کیا تُو لاٹھی کے ساتھ نیزہ باز سے لڑائی کرتا ہے۔ کہاں گھوڑے اور کہاں ٹٹو

أَتَرْغَبُ عَنْ دِيْنٍ قَوِيْمٍ مُنَوَّرٍ　　وَتَتْبَعُ دِيْنًا قَدْ دَنَاهُ التَّكَدُّرُ

کیا تُو دینِ مستقیم سے جو نورانی ہے مُنہ پھیرتا ہے اور ایسے دین کا اتباع کرتا ہے جس کو مَیل نے گندہ کر دیا ہے

وَإِنِّي كَمَاءٍ عِنْدَ سِلْمٍ وَخُلَّةٍ　　وَفِي الْحَرْبِ نَارٌ جَعْظَرِيٌّ مُسْعَجِرٌ

مَیں صلح اور دوستی کے وقت پانی کی طرح ہوں اور لڑائی میں سخت آگ ہوں بھڑکتی ہوئی

إِذَا مَا نَصَبْنَا فِي مَوَاطِنَ خَيْمَةً　　فَلَا نَرْجِعَنْ عِنْدَ الْوَغَا وَنُجَمِّرُ

جب ہم میدان میں خیمہ لگا دیتے ہیں تو جنگ سے واپس نہیں ہوتے بلکہ آگ لگا دیتے ہیں

وَلَوِ ابْتَهَرْتَ وَقُلْتَ إِنِّي ضَيْغَمٌ　　فَفِي أَعْيُنِي مَا أَنْتَ إِلَّا جَوْذَرُ

اگر تُو نے جھوٹا دعویٰ کیا اور کہا کہ مَیں شیر ہوں۔ پس میری آنکھوں میں تو تُو گوسالہ ہی ہے

أَلَا أَيُّهَا الصَّيْدُ الرَّكِيْكُ الْأَعْوَرُ　　إِلَامَ تُحَامِي عَنْكَ سَهْمِي وَتَأْفِرُ

او کانے! ناچیز شکار! خبردار! کہاں تک تُو میرے تیر سے بچتا رہے گا اور عداوت میں بڑھتا رہے گا

(دُرِّ ثمین عربی مترجم صفحہ ۲۴، ۲۵)

فارسی منظوم کلام

○

تُو سرِ خویش تافتہ از دِیں　　حاصلِ روزگار تو ہمہ کِیں

تُو نے اپنا سر دین کی طرف سے پھیر لیا ہے　　تیری زندگی کا ماحصل صرف عداوت ہے

در عناد و فساد اُفتادہ !　　داد و دانش ز دستِ خود دادہ

تُو تو جھگڑے اور فساد میں پڑا ہؤا ہے　　اور انصاف اور عقل کو جواب دے رکھا ہے

سر کشیدہ بناز و کبر و رِیا　　واز تدیّن نہادہ بیرون پا

فخر اور تکبّر اور رِیا سے اکڑ رہا ہے　　اور دینداری کی حد سے باہر نکل گیا ہے

چُوں خدا ت نداد نورِ دروں　　عقل و ہوشِ تو جملہ گشت نگوں

چونکہ خدا نے تجھے دِل کا نور نہیں دیا　　اِس لئے تیرے عقل و ہوش سب اُلٹے ہوگئے

کُفر گوئی عبادت انگاری　　فسق ورزی ثواب پنداری

تُو کفر بولنے کو عبادت سمجھتا ہے　　اور بدکاری کو ثواب جانتا ہے

صد حجابت بچشمِ خویش فرا　　باز گوئی کہ آفتاب کجا

تیری آنکھ کے سامنے سَو پردے پڑے ہیں　　پھر پُوچھتا ہے کہ سُورج کہاں ہے ؟

پردہ بردار تا بہ بینی پیش　　جان ما سوختی بکوریٔ خویش

پردہ اُٹھا تاکہ تجھے سامنے کی چیز نظر آئے　　تُو نے اپنے اندھے پن سے ہمارا دِل جلا دیا

(درِّثمین فارسی مترجم صفحہ ۳۸، ۲۹)

خلاصہ خطبات حضرت امام جماعتِ احمدیہ

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱ر اکتوبر ۱۹۸۸ء بمقام لندن

حضورِ انور نے تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ گذشتہ جمعہ پر مَیں نے یہ مضمون شروع کیا تھا کہ جب بھی کوئی مسلمان سیلاب کی غیر معمولی تباہ کاریاں دیکھتا ہے تو اس کا ذہن طوفانِ نوح کی طرف منتقل ہو جاتا ہے لیکن ایک احمدی کا ذہن صرف ہزاروں سال پہلے کے حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ کی طرف ہی منتقل نہیں ہوتا بلکہ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کتاب کشتیٔ نوحؑ کی طرف بھی منتقل ہوتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ کے سیلابوں کی تباہ کاریوں سے بچانے کے لئے حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشتی عطا کی گئی ہے اور کشتیٔ نوحؑ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان سیلابوں کی تباہ کاریوں کا اس زمانہ کے تعلق میں ذکر ہے وہ درحقیقت گناہوں کے سیلاب اور معاصی کے طوفان ہیں۔ ان کے نتیجہ میں قومیں غرق ہو جاتی ہیں۔

فرمایا: حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کو روحانی معنوں میں جو نوح کا لقب عطا فرمایا گیا وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے سمجھا جاسکتا ہے۔ اگرچہ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اس سے ساری دُنیا غرق ہو گئی تھی مگر قرآن مجید میں کہیں اس کا ذکر نہیں ملتا بلکہ یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جس دُنیا کی طرف مبعوث کئے گئے تھے وہ ایک ایسی تہذیب تھی جو تمام دُنیا کے انسانوں کی نمائندگی کر رہی تھی۔ وہ اُمتوں کے بیج اور ایسے لوگ تھے کہ آئندہ تہذیبی اُمتیں ان سے قائم ہونا تھیں۔ ان معنوں میں خدا نے جب ان کو تمام دُنیا کے نمائندے کے طور پر غرق فرمایا تو ایسا نقشہ کھینچا گیا کہ گویا سب دُنیا غرق ہو گئی۔

فرمایا: اس مضمون کو آیتِ کریمہ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ نے خوب کھول دیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ تمام لوگ تمام اُمتوں کے نمائندہ تھے اور اُن کے اندر وہ بیج تھا جس سے اُمتیں پیدا ہوتی ہیں۔ جب خدا نے اس بیج کو محفوظ کر کے باقی تمام لوگوں کو جو ان کو مٹانے

کے درپے تھے ہلاک کر دیا تو گویا دُنیا غرق ہو گئی اور ڈوب گئی۔ اِس نقطۂ نگاہ کو سمجھنا ایک احمدی کے لئے بہت ہی ضروری ہے کیونکہ وہ کشتی حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کے چند لوگوں کو بچانے کے لئے نہیں بلکہ ساری دُنیا کے انسانوں کو بچانے کے لئے بنائی گئی تھی اِس لئے کشتیٔ نوح کی سمجھ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے آئے گی کیونکہ آپؐ کی سرداری اور سیادت تمام دُنیا پر محیط ہے اِس لئے جو بھی آپ کا سچا غلام ہوگا اگر اُسے نوح کا خطاب دیا جائے تو اس سیلاب اور کشتی دونوں کا تعلق بھی سب دُنیا سے ہوگا اِس پہلو سے جماعتِ احمدیہ کے اُوپر بے اِنتہا عظیم ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس کشتی کی حفاظت کریں جو کہ اخلاق اور ان کی نیکیوں سے تعمیر ہو رہی ہے۔ اور جو اُن کو بدیوں سے بچا رہی ہے۔

فرمایا: جس طرح طوفانِ نوحؑ نے ہر چیز کو غرق کر دیا مگر اس کشتی کو غرق نہ کر سکا اسی طرح بدیوں کا سیلاب خواہ کتنا بلند سے بلند تر ہوتا چلا جائے حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کشتی میں بیٹھ کر اگر آپ اپنے اخلاق کی حفاظت کریں گے تو معاصی کا سیلاب آپ کو سربلندی اور عظمتیں عطا کرے گا کیونکہ جتنا معاصی کا سیلاب بلند ہوگا اتنی ہی آپ کی اخلاقی عظمت نمایاں ہو کر دُور سے دُور دُنیا کو دکھائی جانے لگے گی لیکن اگر آپ نے اس کو کھیل سمجھا اور یہ سمجھ لیا کہ جو شخص بھی ظاہری کشتی میں آچکا ہے وہ لازماً بچایا جائے گا تو یہ درست نہیں۔

اِس لئے بڑی باریک نظر سے اپنی کمزوریوں پر نگاہ رکھیں اور ان گندے بیجوں کو اپنے سینوں سے اُکھاڑ پھینکیں جو آج اگر مخفی بھی ہیں تو کل ان کا ظاہر ہونا لابدی ہے کیونکہ خدا کی تقدیر اسی طرح سلوک کیا کرتی ہے کہ بعض پردہ پوشیاں بعض نیک لوگوں کی برکتوں کے نتیجہ میں حاصل تو ہوتی ہیں لیکن پھر ایسے زمانے آتے ہیں کہ وہ پردے اُٹھا لئے جاتے ہیں۔ اِس لئے اِس مضمون کو ذہن نشین کر کے نئی صدی میں داخل ہونے سے پہلے ہمیں اپنے آپ کو صاف اور ستھرا کرنا چاہیئے اور اگلی صدی کی اِس رنگ میں تیاری کرنی چاہیئے کہ آئندہ ایک سو سال میں نیکی اور بدی کی جنگ میں جو کچھ بھی دُنیا میں رُونما ہوگا اس کا فیصلہ کرنے والے ہم ہیں۔ اگر ہم نے اپنے بچّوں کی تربیت اچھی کر دی اور اُن کو خدا کی شریعت کی کشتی میں سوار کیا، صاف ستھرا اور سجا کر اگلی صدی میں بھیجا تو اُن کا فیض اور برکتیں مدتوں تک جاری رہیں گی۔

فرمایا: چونکہ یہ سو سالہ عرصہ اتنا لمبا ہے کہ قوموں کے عروج کے بعد اُن کے زوال کے آثار بھی لازماً اس میں شروع ہو جایا کرتے ہیں اسی لئے حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے ہر صدی کے سر پر تجدید اور احیاءِ دین کرنے والے لوگوں کو مبعوث کرنے کی خوشخبری عطا فرمائی اور یہ ایک ایسا نظام ہے جس کا جاری ہونا روحانی زندگی کے عمل کے لئے لازمی تھا۔ اِس لئے میرا یہ ایمان ہے کہ جب تک خلافت جاری ہے جو خلیفہ بھی دُو صدیوں کے سنگم پر موجود ہوگا اللہ تعالیٰ اُسی سے تجدیدِ دین

کی خدمت لے گا۔ مجدد کہنا ضروری نہیں نہ ہی اس سے خلیفہ کی شان بڑھتی ہے تاہم زمانے کے اثرات کے نتیجہ میں بعض اوقات یہ خدمت ایک خاص رنگ اختیار کر جاتی ہے اور کمزوریوں کے ازالہ کے لئے بعض اہم اقدام کرنے پڑتے ہیں اِسی لئے مَیں نے یہ دوبارہ نصیحتوں کا سلسلہ شروع کیا ہے۔

فرمایا: اللہ کے فضل سے بنیادی طور پر احمدیوں کی اِتنی اصلاح ہو چکی ہے کہ وہ نئی بدیوں کو ایجاد کرنے والے تو نہیں مگر جو بدیاں دُنیا ایجاد کرتی ہے اور وہ معاشرے میں پھیلتی ہیں اُن کے متعلق یہ کہنا کہ احمدی اُن سے متأثر نہیں ہوں گے بالکل غلط بات ہے۔ اِن کا کناروں سے اُچھل کر جماعت میں داخل ہونا ایک قانون قدرت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ چونکہ قرآن نے جب یہ فرمایا کہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تو اس سے یہ مراد تھی کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا فساد جسے دُور کرنے کے لئے اُمّتِ مسلمہ کو پیدا کیا گیا ہے اتنا بڑا ہو گا کہ دُنیا کا کوئی خطّہ بھی اس سے بچ نہیں سکے گا۔ اِس لئے اتنی بڑی ذمّہ داری جس جماعت کے کندھوں پر ڈالی گئی ہو وہ اپنے اندر کے فساد کو صاف نہ کرے تو پھر اس سے بڑی ہلاکت کی بات کوئی اَور نہیں ہو سکتی۔ اِس لئے بڑی گہری نظر سے آپ کو اپنے نفوس کا مطالعہ کرنا پڑے گا اور یہ ہو نہیں سکتا کہ آپ مستقل جدّوجہد کے بغیر زندہ رہ سکیں۔ پس جماعت میں بدیاں صاف کر دینا کافی نہیں بلکہ یہ شعور پیدا کرنا ضروری ہے کہ آپ کو ہمہ وقت بدیوں کے خلاف جہاد کا عَلَم بلند رکھنا اور اپنی زندگی کی حفاظت کے تمام اقدام کرنے پڑیں گے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اِن بُرائیوں میں سے آج کے خطبہ میں مالی بے راہ روی کا نہایت تفصیل سے ذکر فرمایا اور اس کے اسباب اور موجبات پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ یہ بدی آج امیر، غریب حتّٰی کہ اشتراکی ملکوں تک بھی پھیل چکی ہے۔ اِس لئے یہ ذمّہ داری بھی جماعتِ احمدیہ پر ہے کہ وہ مالی لحاظ سے نمونہ بنیں لیکن خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ لین دین کے معاملہ میں ابھی تک احمدیوں کا معیار توقّع سے گرا ہوا ہے اور بالارادہ دھوکہ دینے والے بھی احمدیت کے اندر موجود ہیں۔ پس مَیں نظامِ جماعت کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ یہ انتظار نہ کیا کریں کہ بیماری بڑھ کر اپریشن تک پہنچ جائے تو پھر وہ ہاتھ ڈالیں بلکہ اُن کا کام یہ ہے کہ دین کے معاملہ میں انسدادی تدابیر اختیار کریں اور جس وقت کسی بیماری کو پھیلتا دیکھیں اُسی وقت اُسے اکھیڑنے کا انتظام کریں۔ اِس سلسلہ میں حضورِ انور نے تین اقدامات کا تفصیل سے ذکر فرمایا:۔

اوّل یہ کہ نظامِ جماعت لین دین میں دھوکہ دینے والوں پر نگاہ رکھے۔ اُن کی نصیحت کا انتظام کرے اور ہر قسم کے اخلاقی دباؤ کے ذریعہ انہیں سمجھایا جائے کہ تم ہلاکت کے گڑھے کی طرف جا رہے ہو واپس

نہیں آسکو گے۔

فرمایا: اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو آپ نظامِ جماعت سے، انسانی قدروں سے اور اُن ذمہ داریوں سے بددیانتی کرنے والے ہوں گے جو جماعتِ احمدیہ پر ڈالی گئی ہیں۔

دوسرا قدم یہ ہے کہ اگر کوئی نصیحتوں کے باوجود باز نہیں آتا تو پھر نظامِ جماعت مجھ سے پوچھ کر تمام احبابِ جماعت کو اس کے بارہ میں مطلع کر دے کہ یہ صاحب اگر آپ سے قرض مانگتے ہیں یا قرض لینے میں مدد مانگتے ہیں تو اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ خود ذمہ دار ہوں گے نظامِ جماعت ذمہ دار نہیں ہوگا اور اس تنبیہہ کے بعد پھر قضاء میں آپ کا کوئی مقدمہ نہیں سُنا جائے گا لیکن اِن اقدامات سے پہلے نصیحت کا پورا حق ادا کیا جائے کیونکہ کسی کو دُکھ یا تکلیف دینا اور کسی کی بدنامی کرنا ہرگز ہماری نیت نہیں۔ اور اگر ہماری نیت میں یہ فتور داخل ہو جائیں تو پھر نیکی کی حفاظت کرنے کے ہم اہل نہیں رہتے اور بدیوں سے بچانے کی صلاحیت بھی ہم میں باقی نہیں رہے گی۔

اِس کے بعد تیسرا قدم یہ ہے کہ ان باتوں کے باوجود اگر کوئی شخص نہیں سمجھتا اور ایسے اقدامات کرتا ہے کہ خود بھی برباد ہو اور خاندان بھی اور جماعت پر الزام لگنے شروع ہوں تو پھر وہ اپریشن کا مقام ہے۔ اس وقت جماعت کے نظام کو اِس بات سے نہیں جھجکنا چاہیئے کہ ایسے لوگوں کے متعلق وہ یہ سفارش کرے کہ ایسے لوگوں کے متعلق یہ اعلان ہونا ضروری ہو گیا ہے کہ ان کا جماعتِ احمدیہ سے کوئی تعلق نہیں۔

فرمایا: اِس وقت مَیں یہی بیان کر سکا ہوں اور باقی جو چند ایک معاشرتی خرابیاں میرے ذہن میں ہیں وہ مَیں آئندہ خطبہ میں بیان کروں گا۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ ر اکتوبر ۱۹۸۸ء بمقام لندن

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: گذشتہ دو خطبوں سے میں نے معاشرتی برائیوں کے متعلق مضامین کا سلسلہ شروع کیا ہے کیونکہ کئی قدرتی عوامل کے نتیجہ میں ان کا اُن خِطّوں سے بھی تعلق پیدا ہو جاتا ہے جو ان سے عاری ہوتے ہیں اِس لئے بیدار مغزی سے ان کے خلاف کارروائیاں کرتے رہنا چاہیئے۔

فرمایا: یہ برائیاں آج مشرق و مغرب میں یکساں پھیل رہی ہیں گو ان کی نوعیتیں حالات کے مطابق بدل جاتی ہیں، بعض کو یہاں بُرائیاں سمجھا جاتا ہے تو بعض کو وہاں۔ مثلاً جھوٹ ہے جسے ابھی تک اِس معاشرہ میں قابلِ نفرت سمجھا جاتا ہے مگر تیسری دُنیا کے ممالک میں یہ روزمرہ کی عادت بن چکا ہے۔ پھر جنسی بے راہ روی

اور شراب نوشی ہے۔ جو مغرب کے معاشرہ میں بُرائی نہیں سمجھے جاتے لیکن ہمارے معاشرہ میں ان کے نفوذ پانے کے باوجود ان کو بُرائیاں ہی سمجھا جاتا ہے۔ اِس سلسلہ میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ جماعتِ احمدیہ کو اِن بُرائیوں کے انسداد کے لئے قائم کیا گیا ہے اور جب تک ہم ایک جارحانہ رویّہ اختیار نہیں کرتے ہم ان سے اپنے آپ کو بچا نہیں سکتے۔

فرمایا: مَیں نے پہلے بھی جماعت کو نصیحت کی تھی کہ بُرائیوں کے خلاف جہاد صرف اندرونی طور پر ہی نہیں ہونا چاہیئے بلکہ ماحول کی بُرائیاں دُور کرنے کی کوشش بھی ضروری ہے کیونکہ جب تک ہم اِس نظر سے معاشرہ کی بُرائیوں کو نہ دیکھیں کہ یہ بدیاں دُور کرنا ہمارا کام ہے اور اس مقصد کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں تو اس وقت تک ہم ان سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے نہایت تفصیل سے آوارگی، اس کی مختلف حالتیں، عوامل اور ان کے خلاف انسدادی تدابیر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جہاں تک میرا علم ہے یہ احمدی معاشرہ میں بھی نفوذ پا چکی ہیں اور سُرعت کے ساتھ داخل ہو رہی ہیں اور سارے مُلک کا جُزو بنتی چلی جارہی ہیں۔ اِس پہلو سے ہمیں فکر کرنی چاہیئے کہ کب تک ہم ان سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اِس لئے جب تک ہم ان کے خلاف جارحانہ اقدام نہ کریں اور سارے معاشرہ میں مذکر بن کر عام نصیحت نہ کریں اُس وقت تک ہم ان سے اپنے آپ کو بچا نہیں سکتے لیکن ہم ایسا نہیں کر رہے اور آج جماعت کی ساری کوششیں صرف جماعت کے دائرہ تک ہی محدود ہیں۔

فرمایا: آج غیروں کی طرف سے بڑی منظّم سازش اور اُونچی سطح پر بننے والی سکیموں کے ذریعہ جماعت کے نوجوانوں میں بدیاں داخل کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں اور سب سے زیادہ ربوہ کو اِس سازش کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ اِن سازشوں کا بَروقت علم ہونے کی وجہ سے دفاعی کوششیں بھی جاری ہیں مگر ODDS ہمارے خلاف ہیں اور غیروں کے وسائل ہم سے زیادہ ہیں لیکن ہم نے ہر قیمت پر اپنے نوجوانوں کو اِن بدیوں سے بچانے کی کوشش کرنی ہے۔

حضورِ انور نے آوارگی کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اپنے ذہن کو بعض عیّاشیوں کیلئے آمادہ کرنے اُسے اُن کی اجازت دینے اور ان کی تلاش میں سرگرداں پھرنے کا نام ہے۔ یہ ہمارے ملک میں خصوصیّت سے پائی جاتی ہے کیونکہ وہاں بعض ارادے کے باوجود عیّاشی کے ذریعے اتنی آسانی سے میسّر نہیں۔ یہ ایسی بیماری نہیں جو دکھائی نہ دے یا سمجھ میں نہ آسکے بلکہ یہ ہر بیدار مغز انسان کو سڑکوں پر کُھلی دکھائی دیتی ہے۔ اِس کا بازاروں سے گہرا اور اہم تعلق ہے۔ اِس کی وجہ سے حضرت اقدس

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بازاروں کے خلاف نفرت کا اظہار فرمایا ہے اس میں گو بہت سی چیزیں سطح سے نیچے چلتی ہیں لیکن ان کی علامتیں سطح سے باہر پھر رہی ہوتی ہیں اور ہو نہیں سکتا کہ ایک سمجھدار انسان ان کو دیکھ کر یہ معلوم نہ کر سکے کہ کیا ہو رہا ہے لیکن جب بھی اس سے نظر غافل ہوتی ہے تو پھر یہ اَور اَور رُخ اختیار کرتی جاتی ہے اور ایسی صورت میں فتنہ پرداز بیرونی مدد کے ذریعہ اسے اَور آگے بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں اور نوجوانوں کو نشہ کا عادی بنایا جاتا ہے۔ چنانچہ چند سال پہلے جب ربوہ کے نوجوانوں کو نشہ آور دواؤں کا عادی بنانے کا منصوبہ میرے علم میں آیا تو جس حد تک بھی ممکن تھا اس کے خلاف انسدادی تدابیر اختیار کی گئیں۔

فرمایا: جماعت کے شعبہ امورِ عامہ کا جو تصوّر میرے ذہن میں ہے وہ یہ ہے کہ ان بیماریوں کے اس حد تک بڑھنے کا انتظار کرنا آپ کا کام نہیں کہ جس سے سوسائٹی زیادہ دُکھ محسوس کرنے لگے اور پھر آپ حرکت میں آئیں کیونکہ وہ وقت اصلاح کا نہیں ہؤا کرتا۔ قرآن و سُنّت پر مبنی اصلاح کے تصوّر میں برائیاں ابھی جڑ پکڑ رہی ہوتی ہیں تو ان کے خلاف انسدادی کارروائی شروع ہو جاتی ہے۔ اس نظامِ تذکیر میں آپ کو ایسے مدبّر ملیں گے جو بُرائی کے بیجوں کے گرنے کی زمین پر نظر رکھتے ہیں تاکہ وہیں سے ان کی بیخ کنی کر دی جائے۔

فرمایا: یہ بُرائیاں چونکہ سب سے پہلے نیّت پر حملہ کرتی ہیں اور وہی سب سے پہلے بگڑا کرتی ہیں اِسلئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سب سے پہلے نیّتوں کی فکر پر متنبّہ کیا ہے اور کئی حسین اور واضح مثالیں دے کر آپ نے سمجھایا کہ دِل جب ایک طرف رُخ کرنے کا فیصلہ کر لیا کرتا ہے تو جسم کا ظاہری رُخ خواہ کسی طرف بھی ہو بات وہیں پہنچے گی جہاں دل کا فیصلہ ہے۔ اِس لئے یہ بات ہمیں پیشِ نظر رکھنی چاہیئے کہ دو ہی رُخ ہیں ایک وہ جو حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا رُخ ہے اور دوسرا وہ جو دُنیا پرستی کا رُخ ہے۔ اگر رُخ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رہے گا تو لازمًا ہر قدم نیکی کی طرف اُٹھے گا اور نیکیوں سے عاری ہوتے ہوئے بھی ہر منزل پر آپ اپنے دامن کو پہلے سے زیادہ نیکیوں سے مزیّن اور مُرصّع پائیں گے۔ پس رُخ کی طرف توجّہ دینا بہت ہی اہم کام ہے۔ یہیں سے ہمارا اصل جہاد شروع ہوتا ہے کہ ہم بُرائیوں میں پڑنے والوں کی نیّتیں درست کریں۔ محبّت اور مشورہ سے اور رہنمائی کے ذریعہ انہیں سمجھائیں۔ یہ انتظار کرنا کہ جُرم حد سے بڑھ کر بھیانک شکل اختیار کر لے تو پھر اس پر تعزیری کارروائی شروع کی جائے یہ ہمارا کام نہیں۔ ہم تو نصیحت کرنے والی جماعت ہیں اور چونکہ زیادہ تر انسدادی کارروائی سے تعلق رکھتی ہے اِس لئے بیماری کے آغاز میں ہی ہو تو زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔

فرمایا: بیماری کی شدّت کے ساتھ نصیحت نسبتًا کمزور اثر دکھاتی ہے۔ پس بَد ہو جانے والوں کو آپ نیکی کی طرف بُلائیں تو کم اثر ہوگا لیکن بدی کی طرف رُخ کرنے کا فیصلہ کرنے والے کو سمجھانا یا روک لینا نسبتًا آسان ہے۔

قرآن پاک نے اس کے لئے حسنات اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ گویا بدیوں کا مقابلہ درشتی اور سختی سے نہیں کر سکتے بلکہ حُسن سے کر سکتے ہیں۔ آپ کے مزاج میں اگر تیزی، سختی اور خشونت ہو گی تو آپ مذکر بننے کے اہل نہیں رہتے اِس لئے جب آپ اِن معاشرتی بُرائیوں کو دیکھیں تو سب سے پہلے اپنی نیّت کو درست کریں اور اس میں حُسن پیدا کریں اور اُن لوگوں کے دَرد کو محسوس کریں جو ان برائیوں کا شکار ہیں۔ اِن کے خلاف اگر نفرت آپ کے دل میں پیدا ہوتی ہے تو آپ اپنی اصلاح کی طرف متوجّہ ہوں اور اُن عوامل پر غور کریں جنھوں نے اُنہیں ایسی بدیوں پر مجبور کیا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ حِکمت کے ساتھ ان کی بدیوں کے ازالے کی کوشش کریں۔ اِس موقع پر غصّہ اور اشتعال میں آنا یا گھر بیٹھ کر یہ باتیں کرنا کہ کوئی حال نہیں رہا، معاشرہ خراب ہو رہا ہے، نصیحت کے لحاظ سے بیکار اور بالکل بے معنیٰ ہے۔ اگر آپ نظامِ جماعت کی طرف سے ان کے خلاف تعزیری کارروائیوں کا سوچنے لگ پڑیں تو یہ ایک حسین ردِّ عمل نہیں بلکہ ایک ظالم ردِّ عمل ہے۔ اِس لئے سب سے پہلے تربیت کے ذمّہ داروں کی تربیت ضروری ہے۔ اُن کو خود اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہیئے کہ اِس قسم کے نظّارے دیکھ کر ان کے دلوں میں بدیوں میں مُبتلا ہونے والے نوجوانوں کے لئے ہمدردی پیدا ہوتی ہے یا نفرت۔ اگر نفرت پیدا ہوتی ہے تو وہ خود بیمار ہیں۔ ان بیماروں کی اصلاح؛ ان بے چاروں کی اصلاح کیا کریں گے۔ حقیقت پر نظر رکھے بغیر محض تنقید سے اصلاح نہیں ہو سکتی۔ اِس لئے سب کی مجبوریوں اور تکلیفوں پر نظر رکھنا ضروری ہے کیونکہ اصلاح ہمدردی اور حُسن سے پیدا ہوتی ہے اس کے بغیر بُرائی دُور نہیں ہو سکتی اگر وہ بیچارے معصومانہ طور پر تھوڑا سا بھی اپنی تسکین کا سامان پیدا کریں اور آپ اس پر غیظ و غضب کا شکار ہو جائیں تو یہ اصل روحانی بیماری ہے جو آپ کو لاحق ہے۔ اِس لئے سب سے پہلے اصلاح کرنیوالوں کو اپنے نفس کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ اصلاح کا منبع آپ کا دل ہے اس میں اگر حُسن ہو گا تو آپ اصلاح کر سکیں گے۔ سختی کے ذریعہ بَدی کو روکنے کا کہیں حکم نہیں ملتا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حُسن کی آماجگاہ تھے جن کو خدا نے یہ طاقت عطا کی تھی کہ ہر بَدی پر اپنے حُسن کی موجوں کے ذریعہ غالب آجائیں۔ ہم نے اگر ان کا رُخ عطا کیا تو لازماً ہم خیرِ اُمم بنیں گے اور آپؐ کی سُنّت کی برکت سے بُرائیوں پر غلبہ پا جائیں گے اِس لئے حِکمت کے ساتھ ان چیزوں کی طرف توجہ کریں اور وہ عوامل معلوم کریں جو ان نسلوں کو تباہ کر رہے ہیں۔ پھر اچھے عوامل کے ذریعہ ان کو REPLACE کرنے کی کوشش کریں۔ خالی بُرائیوں کو دُور کرنے کا کوئی تصوّر قرآن میں نہیں۔ قرآن بتاتا ہے کہ حُسن میں ہی یہ طاقت ہے کہ وہ بدیوں کو دھکیل کر باہر نکال دے۔ اِس لئے آپ کو ایسی طاقتور خوبیاں اور ایسے حسین ذرائع اختیار کرنے ہوں گے جن کے ذریعہ بدیاں لازماً ان جگہوں کو چھوڑ جائیں جہاں آپ کا حُسن داخل ہونا شروع ہو جائے۔

فرمایا: اِس سلسلہ میں مَیں نے کئی قسم کی بدیوں پر غور کیا ہے۔ مثلاً گانا بجانا ہے۔ ایک زمانہ میں تو شاعر کا کلام انسانی جذبات انگیخت کر دیا کرتا تھا مگر اب عام نغمے بھی نہیں کرتے بلکہ پاپ میوزک کی ضرورت پیش آتی ہے۔ گویا مذاق رفتہ رفتہ بگڑ رہے ہیں اِس لئے مذاق کی درستی اور صحت کی طرف توجہ بہت ضروری ہے اور معاشرے کا مذاق بعض مطالبے کرتا ہے۔ اگر آپ نے اس کی اصلاح نہ کی اور مطالبوں کی راہ میں کھڑے ہو گئے تو آپ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ پس مذاق بلند کرنا اور اس کے مطالبے پورے کرنا ضروری ہیں۔ اگر آپ زبردستی ان چیزوں کو بلند کر کے بیماری دُور ہونے کا سوچیں تو یہ پاگل پن ہے۔ تکلیف دُور کرنا ضروری ہے اور بہتر مذاق پیدا کرنا نہایت اہم کام ہے۔ اس کے لئے مَیں نے بہت سے ذرائع سوچے ہیں۔ اس کے متعلق مَیں انشاء اللہ ہدایات جاری کروں گا۔ یہ کام گو وقت چاہتا ہے مگر شروع بہرحال ہونا چاہیئے یہ ایسا کام ہے کہ معاشرے کے ہر طبقے تک پہنچ کر اس کے ذوق کی اصلاح اور اس میں بہتر ذوق پیدا کر کے اس کی طلب کو پورا کرنے کے سامان کرنا ہوں گے اور یہی اصل اصلاحی کارروائی ہے۔

فرمایا: اِس بارہ میں ایک طریق یہ ہے کہ مثلاً بجائے اس کے کہ آپ سختی اور تشدّد سے فلمی گانوں کے رُجحان کو بند کریں آپ اچھے شعراء کا کلام بغیر کسی میوزک کے اچھی آواز والوں سے پڑھوا کر کیسٹیں لوگوں کو مہیا کریں اور اِس طرح کیسٹس بیچنے والوں کی روزی کا بھی خیال کریں اور لوگوں کی تسکین کے لئے کوئی اچھی چیز بھی پیش کریں جو اس بُرے ذوق سے لوگوں کو روک سکے۔ تخریب کو تخریب کے ذریعہ نہیں بلکہ تعمیری پروگراموں کے ذریعہ ختم کیا جا سکتا ہے۔ پھر حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے کلام کو اچھی آوازوں میں بھروا کر عام مہیا کیا جائے۔ اسی طرح اچھی اَدبی مجالس قائم کر کے ان نوجوانوں کو وہاں بُلایا جائے اور ان کے اندر وہاں علم و ادب کی مجالس کا ذوق پیدا کیا جائے اور پھر رفتہ رفتہ ان کو دین کی طرف متوجہ کیا جائے۔ اس کے علاوہ سائنسی علوم پر مشتمل دلچسپ وڈیو کیسٹس یورپ میں عام ہیں انہیں وہاں رواج دیا جائے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نظامِ جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ربوہ یا پاکستان کے دوسرے احمدیوں کو کیوں اِن باتوں کی طرف متوجہ نہیں کرتے۔ ایسی چیزیں انہیں مہیا کرنا آپ کا کام ہے عقل سے کام لینا چاہیئے۔ لذّت پانے کی خواہش کو کُچل کر آپ کس طرح بدیوں کو دُور کر سکتے ہیں۔ یہ تو خدا سے ٹکر لینے کے مترادف ہے۔ فطرتی تمناؤں کو کوئی کُچل نہیں سکتا ہاں اُن کا رُخ اور ذوق بدلا جا سکتا ہے دِل گداختہ پیدا کئے بغیر آپ معاشرے کی اصلاح نہیں کر سکتے اور ایسا دِل اپنوں اور غیروں میں کبھی فرق نہیں کیا کرتا اِس لئے غیروں کا دُکھ بھی محسوس کریں اور اپنے زیرِ اصلاح نوجوانوں کو سوسائٹی کے دوسرے

دُکھے ہوئے حصّوں کا بھی نظارہ کروائیں۔ ان کی خدمت کا جذبہ ان میں پیدا کریں۔ یہ بھی ایک اعلیٰ درجہ کی لذت ہے پس حکمت کے ساتھ آگے قدم بڑھائیں۔ یہ لوگ احمدیت کا مستقبل ہیں ان کو نفرت کی نگاہ سے دیکھ کر ضائع نہ کریں ان کو پیار کی نظر سے دیکھیں اور اپنے ساتھ لگانے کی کوشش کریں۔

فرمایا: ہم واقعۃً نیکی کو پنپتا ہوُا، بڑھتا اور نشوونما پاتا ہوُا دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہماری نیّتیں صاف ہیں اِس لئے دعا، حکمت اور صبر کے ذریعہ اگر ہم آگے بڑھیں تو خدا کے فضل کے ساتھ ضرور ہمیں اس کی توفیق ملے گی۔ ہماری کوششیں شجرۂ طیبہ ہیں یہ شجرہ ہمیشہ آسمانی پانی کا محتاج ہوتا ہے جو کہ دعا کے ذریعہ ہی میسّر آیا کرتا ہے اِس لئے دعا پر زور دیں۔ اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس عظیم جدّوجُہد کا حق ادا کر سکیں۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۴ رنومبر ۱۹۸۸ء بمقام لندن

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد اکتوبر کے آخری یا نومبر کے پہلے جمعہ میں تحریکِ جدید کے نئے سال کا آغاز ہونے کا ذکر کرتے ہوئے حضورِ انور نے امسال ۴ر نومبر کو تحریکِ جدید کے دفتر اوّل کے ۵۵ ویں، دفتر دوم کے ۴۵ ویں، دفتر سوم کے ۲۴ ویں اور دفتر چہارم کے چوتھے سال کے آغاز کا اعلان فرمایا۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ تحریکِ جدید کے پہلے چندہ دہندگان کی فہرست کا نام دفتر اوّل ہے۔ ان میں سے بہت سے ابھی زندہ ہیں اور اپنے چندہ کو مسلسل آگے بڑھا رہے ہیں لیکن میری طرف سے دفتر اوّل کے مجاہدین کے نام ہمیشہ زندہ رکھنے کی تحریک کے نتیجہ میں اِس دفتر کی تعداد میں بھی اب اضافہ ہونا شروع ہو گیا ہے کیونکہ یہ وہ سعید بخت احمدی ہیں جنہوں نے نہایت عظیم الشان اور حیرت انگیز قربانیاں دی ہیں۔ وہ اِس قربانی میں بالارادہ بھی شامل ہوئے اور غیر ارادی طور پر اس طرح بھی کہ جب حضرت مصلح موعود نے یہ تحریک فرمائی تو بہت سے سُننے والوں نے یہ سمجھا کہ یہ صرف ایک سال کے لئے ہے اور پھر اِس خیال سے کہ ایسی تحریکات روز روز تو ہوتی نہیں انہوں نے قرض لے کر اپنی سالانہ طاقت کے مقابل پر بہت بڑھ کر اس میں حصّہ لیا اور بعد میں جب وضاحت کروائی گئی تو کسی ایک نے بھی قدم پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ اپنے ربّ پر توکّل کرتے ہوئے بِلا استثناء ہر ایک نے یہ وعدہ کیا کہ جو وعدہ مَیں خدا سے ایک دفعہ کر چکا ہوں اَب اس سے قدم پیچھے نہیں ہٹانا۔ چنانچہ پیار سے ان کے توکّل کو خدا نے سچّا کر دکھایا اور اُن میں فوت ہونے والے تادمِ واپسیں کامل وفا کے ساتھ اس عہد کو نبھاتے رہے۔ پھر اِس دفتر کو یہ عظمت بھی حاصل ہے کہ اس میں صحابہ کی بہت بڑی تعداد شامل تھی اور یہ ایسی عظمت ہے جو پھر کبھی کسی دفتر کو نصیب نہیں

ہو سکتی۔ پس اِس دفتر نے تو لازماً رفتہ رفتہ تاریخ کی یادیں اور گذرے ہوئے وقتوں کی کہانی ہو جانا تھا اِس لئے مَیں نے یہ تحریک کی تھی کہ جہاں تک جماعت کو توفیق ہو کُرید کُرید کر ان لوگوں کے متعلق معلوم کریں کہ ان کی اولادیں اور عزیز کہاں ہیں جو ان رفتگان کے کئے ہوئے وعدوں کو دوبارہ از سرِ نَو پیش کریں اور یہ وعدہ کریں کہ وہ اور ان کی آئندہ نسلیں ان وعدوں کو اضافہ کے ساتھ جماعت کو پیش کرتی چلی جائیں گی تاکہ یہ دفتر ہمیشہ ہمیش کے لئے زندہ ہو جائے۔ چنانچہ اِس تحریک کے بعد اللہ کے فضل سے ہر سال اِس دفتر میں اضافہ ہونا شروع ہو گیا ہے۔ لیکن تحریکِ جدید نے چونکہ پوری ہوش مندی سے کام نہیں لیا اِس لئے سارے کھاتے ابھی زندہ نہیں ہوئے حالانکہ جب مَیں نے ایک دن سرسری نظر سے اس فہرست کا جائزہ لیا تو حیرت ہوئی کہ اس میں ایک بھاری تعداد ایسی تھی جن کو از سرِ نَو دریافت کر لینا کچھ مشکل کام نہ تھا اور جب اُن کی اولادوں پر مَیں نے نگاہ ڈالی تو پتہ چلا کہ ان میں سے اکثر بلکہ میرے واقفوں میں سے سارے ہی غیر معمولی طور پر دُنیاوی لحاظ سے خوشحال تھے اور ہو نہیں سکتا کہ اگر ان کو پتہ چلے کہ کن بزرگوں کے ناموں کو اور کن کی نیکیوں کو انہوں نے زندہ کرنا ہے تو وہ سعادت سمجھتے ہوئے ان میں شامل نہ ہوں۔ اب وکیلِ اعلیٰ صاحب نے ایک سال کے اندر اندر ان بظاہر گمشدہ بزرگوں کو دوبارہ دریافت کرنے کا وعدہ کیا ہے جس سے مَیں امید رکھتا ہوں کہ بہت بھاری تعداد کا چندہ دائمی ہو جائے گا اور پھر جو باقی رہ جائیں گے ان کے چندوں کو زندہ رکھنے کا عہد مَیں حسبِ توفیق نبھاتا رہوں گا۔

فرمایا: دوسرا خاص قابلِ توجہ پہلو یہ ہے کہ صرف چندے بڑھانا ہمارا مقصد نہیں بلکہ چندہ دینے والوں کی تعداد کو بڑھانا اوّلیت رکھتا ہے۔ جماعت کی بڑھتی ہوئی ضرورتیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے پوری ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ خدا ہمارے کام کی توفیق کے ساتھ خرچ بھی مہیّا کرتا چلا جاتا ہے اور جتنے جتنے مخلصین کام کرنے کے لئے مہیّا ہوتے جاتے ہیں اُن کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ ایسی ضرورتیں سامنے آجاتی کہ جن میں وہ خدمت سرانجام دے سکتے ہیں۔ چنانچہ تجربہ کی روشنی میں میرا یہ کامل ایمان ہے کہ جماعتِ احمدیہ اپنے کام کی توفیق کو بڑھائے تو خدا انہیں پورا کرنے کے لئے ذرائع ضرور بڑھائے کیونکہ وہ ہماری ضرورتوں کا کفیل ہے اور کبھی اس نے خالی ہاتھ نہیں چھوڑا۔ مگر کام کی توفیق بڑھانے کے لئے اخلاص کی توفیق اور مخلصین کی تعداد بڑھانی چاہیئے۔ اِس لئے تحریکِ جدید ہو یا کوئی اَور چندہ، ہمیں اِس بات پر زور دینا چاہیئے کہ چندہ دہندگان کی تعداد بڑھتی رہے کیونکہ مالی قربانی میں حصّہ لینے والوں کے اندر خدمت کا جذبہ بڑھتا اور اللہ ان کے مال اور رزق میں برکت ڈالتا ہے۔ اِس لئے اگر جماعت نے ذمّہ داریاں ادا کرنی ہیں اور کام بہت زیادہ ہیں تو یہی ایک طریق ہے کہ مخلصین کی تعداد بڑھا کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرتے رہیں۔ پھر اللہ اسکے

نتیجہ میں کام کی نئی نئی راہیں آپ پر کھولتا چلا جائے گا۔

فرمایا: اَرِنَا مَنَاسِکَنَا کی جو ابراہیمی دعا قرآن میں درج ہے اس کا حقیقی مفہوم اسی شخص پر ظاہر ہوتا ہے جو قربان گاہوں کی تلاش میں آگے بڑھتا ہے اُسے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی توفیق کے بغیر یہ نصیب نہیں ہؤا کرتیں۔ اللہ نے قربان گاہوں کو بڑھانے کی دعا مانگنے کے مطلب کا حقیقی عرفان جماعت کو عطا فرمایا ہے کہ جوں جوں آپ دعا اور اخلاص کے ساتھ اس راہ میں قدم آگے بڑھائیں گے خدا نئے کام آپ کے سامنے پیش کرتا چلا جائے گا پس یہی وجہ ہے کہ مَیں ہمیشہ چندہ دہندگان کی تعداد میں اضافہ پر زور دیتا ہوں۔ اگرچہ ہر سال اس میں اضافہ ہو رہا ہے لیکن جماعت کی تعداد کے مقابل پر ابھی اس میں بہت کمی ہے اور یہ کمی پاکستان کے بعض پُرانے اضلاع جہاں بھاری جماعتیں موجود ہیں نیز انڈونیشیا اور افریقہ کے ممالک میں پائی جاتی ہے۔ افریقہ کے ممالک اِس وقت بالعموم شدید اقتصادی بحران کا شکار ہیں اور اس بحران کے علاوہ بعض دیگر مشکلات کی وجہ سے وہاں رابطے کی مجبوریاں بھی ایسی ہیں کہ آواز پہنچانا ہی مشکل ہے اور اگر اس کے جواب میں لبّیک کی آواز آئے بھی تو دو تین ماہ بعد سُنائی دے گی۔ اِس لئے ان میں بسنے والے احمدیوں کی بھاری تعداد ابھی اِس نظام میں شامل نہیں ہو سکی۔

فرمایا: ہم پوری کوشش کر رہے ہیں کہ افریقہ کی اقتصادی بہتری کے لئے کچھ پروگرام جاری کریں۔ اِس غرض کے لئے یہاں ایک کمیٹی قائم کی گئی ہے جو افریقہ کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لئے مختلف تجاویز پر غور اور عملدرآمد کی ذمہ دار ہے لیکن یہ چیزیں ایسی ہیں جو لمبا وقت چاہتی ہیں اور ہماری رفتار پر بُرا اثر پڑتا ہے۔

یہاں حضورِ انور نے ضمناً مرکزی خطوط کے فوری جواب دینے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ:

جب مرکز سے چٹھیاں جائیں تو خواہ وہ میرے دفتر سے گئی ہوں یا میرے علاوہ کسی اور خادمِ سلسلہ کے دفتر سے، اُن کا جواب فوری دینا چاہیئے۔ دینی الٰہی جماعتوں میں سب پیغام خدا کی طرف سے آتے ہیں پہنچانے والے کی کوئی حیثیت نہیں ہؤا کرتی اور پیغام میں برکت بھی تبھی پڑے گی جب آپ سامنے نظر آنے والی ہستی کی بجائے پیچھے بڑی طاقت پر نظر رکھیں گے۔ اِس پہلو سے جب آپ اس پر نظر ڈالیں گے تو آپ میں غیر معمولی مستعدی پیدا ہو جائے گی کیونکہ دُنیا میں خدمتِ دین کرنے والے قبلہ نہیں بلکہ قبلہ نما ہیں۔ اور یہی وہ عرفان کا نقطہ ہے جو قرآن کریم لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ میں سمجھاتا ہے کہ پیغمبر اَدنیٰ ہو یا اعلیٰ جب وہ خدا کے نام پر آواز بلند کرتا ہے تو مومن کے دل سے اس کے سوا کوئی اور آواز نہیں اُٹھتی کہ رسول خواہ کیسی ہی حیثیت کا ہو ہم اس کی آواز میں قطعاً کوئی فرق نہیں کریں گے۔ ہر آواز پر لبّیک کہیں گے۔ پس خلیفۂ وقت کی طرف سے ایک کلام اور فرمانِ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مبنی آواز سننے کے بعد اس کو آگے پہنچانے والے اسی

طرح کے سلوک کے مستحق ہیں جس طرح وہ شخص جس نے آواز کا آغاز کیا ہے اس میں آپ کو کوئی تفریق نہیں کرنی چاہیئے۔

حضورِ انور نے تحریکِ جدید کے چندہ کی وصولی اور وعدوں کا موازنہ کرتے ہوئے فرمایا کہ چونکہ ابھی بہت سی جماعتوں کی رپورٹیں آنی باقی ہیں اِس لئے مَیں امید رکھتا ہوں کہ عملاً وصولی زیادہ ہوئی ہوگی تاہم جماعتوں کی رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ ابھی کمی باقی ہے۔ ایسی جماعتوں کے لئے میرا پیغام یہ ہے کہ

" وہ اِس گذشتہ کمی کو بھی پورا کریں اور یاد رکھیں کہ وعدوں کو پورا کرنا ایک اخلاقی ذمّہ داری ہے اِس لئے سوچ کر وعدہ کیا کریں اور پھر خدا سے اِسے پورا کرنے کی توفیق مانگتے رہا کریں "۔

قربانی میں نمایاں حصّہ لینے والی بڑی بڑی جماعتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ بیرونِ پاکستان جرمنی صفِ اوّل میں ہے دوسرے نمبر پر انگلستان اور پھر امریکہ ہے۔ کینیڈا سَو فیصد وصولی کر چکا ہے۔ ڈنمارک، ناروے اور ساؤتھ افریقہ کی وصولی سَو فیصد سے زائد ہے جبکہ ایران کو یہ اعزاز سب پر حاصل ہے کہ باوجود مخدوش حالات کے وعدوں سے زائد وصولی کر چکا ہے جو کہ اِس چھوٹی سی جماعت کے لئے قابلِ قدر قربانی ہے۔

بحالیٔ کھاتہ جات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ پاکستان نے ۲۳۴ اور بیرونی دُنیا میں کینیڈا نے ۲۵ کھاتے بحال کئے ہیں۔ اِس میں ایک طریق تو یہ ہے کہ مرکز سے اطلاع ملنے پر نسبتاً معمر لوگوں پر مشتمل کمیٹی اُن ناموں کی تلاش کے لئے مقرر کی جائے۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ سرکلر کے ذریعہ تمام خاندانوں کو مطلع کیا جائے کہ اگر آپ اپنے بزرگوں کے نام دفترِ اوّل کی نسبت سے ہمیشہ زندہ رکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں اطلاع دیں کہ وہ کہاں کہاں رہے اور پھر ان جگہوں کی فہرست میں اُن کا نام تلاش کر کے انہیں بحال کر دیا جائے۔

معاونینِ خصوصی کی تحریک کے ضمن میں فرمایا کہ اس کے تحت پاکستان کے کُل وعدوں میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ اِس قسم کا نظام اگر باہر کے ملکوں میں بھی فائدہ مند ہو سکتا ہو تو اس سے استفادہ کرنا چاہیئے۔ چندہ دہندگان کی تعداد میں پاکستان کے بعد ہندوستان دوسرے نمبر پر ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس میں پُرانی قربانی کی یاد ابھی چل رہی ہے۔ پھر انڈونیشیا کا نمبر ہے، پھر جرمنی، انگلستان، امریکہ اور کینیڈا پیش پیش ہیں لیکن میرا اندازہ ہے کہ ان میں ابھی کافی گنجائش موجود ہے۔ پس آپ احباب کو اس چندے کا عادی بنا دیں پھر دیکھیں کہ وہ مال اور وقت کی قربانی میں کس طرح ترقی کرتے ہیں۔ افریقہ کے حالات کی وجہ سے انہیں تحریک کرنے پر ابھی شرحِ صدر نہیں ہوتا لیکن اپنے اخلاص کی وجہ سے وقت آنے پر وہ کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے۔

آخر پر اسیرانِ راہِ مولیٰ کے لئے دعا کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ جمعہ مَیں نے اسیرانِ راہِ مولیٰ کی یادوں میں محو ہو کر ان کے لئے دعائیں کرنے کے دن کے طور پر تجویز کیا تھا۔ ویسے تو کوئی دن ان کے لئے دعاؤں

سے خالی نہیں گزرنا چاہیئے لیکن جب ایک دن منایا جائے تو پھر ساری دُنیا کی جماعتیں اس دن ایک مقصود پر مرکوز ہو جاتی ہیں اور پھر اللہ کی رحمت بھی اس کے نتیجہ میں ایک غیر معمولی جلوے دکھاتی ہے۔

فرمایا: ساری دُنیا میں ان کی مظلومیّت کا احساس بیدار کرنے کے لئے مستعد ہو جائیں اور جن کوششوں پر شروع سے اب تک مختلف وقتوں میں آپ عمل کرتے رہے ہیں انہیں دوبارہ نئے جذبے اور جوش کے ساتھ دُہرائیں اور از سرِ نَو ان کو اُٹھائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ان کے متعلق قربانی کی جو ذمّہ داریاں ہم پر عائد ہوتی ہیں وہ ادا کرنے والے ہوں اور اس پہلو سے خدا کی نظر میں بے حِس اور مجرم نہ ٹھہریں کیونکہ جو آسانی میں زندگی بسر کرنے والے لوگ ہیں اگر وہ اپنے مشکل میں بسنے والے ساتھیوں کی فکر نہیں کرتے تو مَیں سمجھتا ہوں کہ وہ خدا کے حضور مجرم ٹھہرتے ہیں اِس لئے ہمیں بڑے ہی خلوص، محبّت اور خدا سے توفیق مانگتے ہوئے ذمّہ داری کو ادا کرنا چاہیئے اور آج کے بعد ان دعاؤں پر خاص زور دیں کہ اگلی صدی کا دن نہ چڑھے کہ یہ اس سے پہلے آزاد ہوں اور ہمارے ساتھ نئی صدی کے جشن میں ہر طرح شامل ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم دعاؤں اور قربانیوں کے ذریعہ خدا کی رحمت کو اِس طرح موڑ لیں کہ وہ ہر طرف ہر احمدی مظلوم پر برسنے لگے اور ہم اگلی صدی میں جشن کے مُوڈ (MOOD) کے ساتھ داخل ہوں یہ نہ ہو کہ جسم کے کچھ حصّے دُکھ رہے ہوں اور ہم خوشیاں منا رہے ہوں۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱۔ نومبر ۱۹۸۸ء بمقام لندن

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور نے فرمایا: تربیت ایک ایسا دائمی مضمون ہے جس کا کسی خاص زمانے یا موسم سے تعلق نہیں لیکن بعض زمانے ایسے ضرور آتے ہیں کہ وقت کے تقاضے کے تحت تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ آج جماعت ایسے ہی دَور سے گزر رہی ہے اور وقت کا تقاضہ ہے کہ ہم اپنی اور اپنی آئندہ نسلوں کی تربیت کی طرف توجہ دیں۔ جماعت کی پہلی صدی کا اختتام بھی اسی طرف متوجہ کر رہا ہے کہ ہم اگلی صدی میں داخل ہونے سے پہلے اپنی کمزوریوں کو دُور کر لیں اور نیکی اور تقویٰ کا زادِ راہ لے کر اگلی صدی میں داخل ہوں۔

فرمایا: مباہلے کا جو چیلنج مَیں نے ساری جماعت کی طرف سے مکفّرین اور مکذّبین کے اماموں کو دیا ہے وہ بھی ہمارے اعمال کی اصلاح کا تقاضہ کرتا ہے کیونکہ مَیں نے اس میں کامیابی کے لئے خدا سے یہ نشان مانگا ہے کہ اگر ہمارا دشمن جھُوٹا ہے اور جھُوٹ پر اصرار کرتا ہے تو اُن کے گند ظاہر کرتا دُنیا دیکھ لے کہ وہ دینِ حق کی طرف منسُوب ہونے کا کوئی حق نہیں رکھتے اور اگر ہم سچّے ہیں تو ہماری بدیاں دُنیا دیکھ لے کہ جن کو بَد کہتے تھے

وہ حسین اور خوبصورت نکلے۔ اِس لئے مباہلہ کی کامیابی کے اِس عملی نشان میں ہر احمدی کو اپنی کوششیں صرف کرنی ہوں گی اور اِس نشان کو خدا تعالیٰ سے طلب کرنے کے لئے بڑی توجہ اور خلوص کے ساتھ خدا تعالیٰ کی مدد مانگنی ہوگی اور حتی الامکان اپنی کمزوریوں کو دُور کرنے اور نیکیوں کو اُبھارنے کی سعی کرنا ہوگی۔

فرمایا: تربیتی موضوعات کے سلسلہ میں مَیں ربوہ کو مرکزی حیثیت کے لحاظ سے بطور مثال پیش کرتا رہا ہوں لیکن دراصل اس کے حوالے سے کی جانے والی ان سب باتوں کا تعلق تمام احمدی معاشرے سے ہے خواہ وہ دُنیا کے کسی مُلک سے تعلق رکھتا ہو اِس لئے عمومی تربیت کے اعتبار سے میرا خطاب عام ہے اور کسی ایک شہر یا بستی سے مَیں مخاطب نہیں۔

فرمایا: گذشتہ خطبہ میں جہاں تک میری اِس نصیحت کا تعلق ہے کہ تربیت، محبت اور پیار اور نرمی سے کی جاتی ہے سختی سے نہیں تو یہ بالکل درست بات ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ پیشہ ور مجرموں سے نرمی کرنی چاہیئے اور اُن کے جُرم کو نظرانداز کر دینا چاہیئے۔ یہ چونکہ بدیوں کے اڈے چلانے کا باعث بنتے ہیں اِس لئے نظامِ جماعت کو ضرور ایسے مناسب طریق سے دخل دینا چاہیئے کہ جن کا اِن اڈوں کی اصلاح سے تعلق ہے اور اِسے تمام دُنیا میں مُستعد ہو کر یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ کسی بھی جگہ احمدیوں کو بُرائیوں کے اڈوں سے منسلک نہ رہنے دیں اور باقاعدہ منصوبہ کے تحت ایسے لوگوں پر پہلے اُن کی بُرائیاں خوب واضح طور پر کھولی جائیں اور اُن کو بتایا جائے کہ تم ان حالات میں بالکل غلط سمت میں جا رہے ہو خدا کی تقدیر کسی اَور سمت میں جماعت کو لے جا رہی ہے پھر اُن لوگوں کو تلاش کیا جائے جن کا اُن پر اثر ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ ان پر دباؤ بڑھایا جائے اور پھر اُس رائے عامہ کو بیدار کیا جائے جو قرآنی مفہوم میں یہ ہے کہ بُرائی سے روکو اور نیکیوں کی تعلیم دو اور سوسائٹی کا ہر فرد اس طرح اس پر عمل پیرا ہو جائے کہ جس سے بُرائی میں مبتلا شخص کے اندر نفسیاتی دباؤ کے نتیجہ میں بُرائی پر قائم رہنے کی ہمت ہی نہ رہے پس رائے عامہ کے دباؤ کو اگر آپ منظم طور پر استعمال کریں تو بغیر سزا اور بغیر کسی سختی کے یہ طریق عظیم الشان نتائج پیدا کرتا ہے۔ قرآن بتاتا ہے کہ گذشتہ قوموں کی ہلاکت کا سبب یہی ہے کہ انہوں نے رائے عامہ کے دباؤ پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور لوگوں کو اکٹھے ہو کر نیکیوں کی تلقین کی عادت ترک کر دی۔ یہ ایسا قرآنی نسخہ ہے جو کبھی ضائع نہیں جائے گا۔ اس پر عمل کر کے دیکھیں تو سہی۔

فرمایا: تاہم بعض بیمار ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر نسخے کارگر نہیں ہُوا کرتے۔ ایسے لوگ پھر معمولی اقلیت کی وجہ سے نکھر کر سامنے آجاتے ہیں اور اُن کے لئے قرآن عمل جرّاحی کا ذکر کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کو پھر سمجھانا چاہیئے کہ یہ جگہ تمہارے رہنے کے لئے مناسب نہیں اِس لئے اپنی مرضی اور ماحول کے شہر تلاش کر کے

وہاں منتقل ہو جاؤ۔

فرمایا: جہاں تک رائے عامہ کا تعلق ہے اس کا ایک طریق اَور بھی ہے۔ یعنی جب سوسائٹی بحیثیتِ مجموعی سُدھر جاتی ہے تو صالح جسم کا دباؤ خود بیماریوں کو نکال کر باہر پھینک دیا کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اصل کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ مدینہ میں یہ طاقت موجود ہے کہ اس کا صالح معاشرہ بدیوں کو باہر نکال دے۔ اسی طرح صحت مند معاشروں کا حال ہؤا کرتا ہے۔ ان سے متضاد چیزیں وہاں بے چینی محسوس کرتیں اور اپنے آپ کو اجنبی پا کر اسے چھوڑ کر چلی جایا کرتی ہیں۔ بعینہٖ یہی حال صحت مند جسم کا ہوتا ہے۔ وہ مختلف قسم کے جراثیم کا شکار تو ضرور ہوتا ہے لیکن وہ اس جسم میں اجنبیّت محسوس کرتے ہوئے اسے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور اس کے ساتھ یک جان نہیں ہو سکتے۔ پس یہ وہ نکتہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے ہمیں سمجھا دیا تھا کہ اگر نظام اور معاشرہ صالح ہو تو وہاں یہ بدیاں اجنبیّت محسوس کرتی ہیں۔ جس طرح کہ بدنظام میں نیک لوگ اجنبیت محسوس کرتے ہیں۔

فرمایا: اِس پہلو سے ربوہ یا دوسری احمدی بستیوں کا عمومی معیار بلند کر دیا جائے کہ وہاں مریض لوگ بے چینی محسوس کریں اور بدیوں کے شکار سمجھیں کہ یہ جگہ ہمیں قبول نہیں کرتی۔ معاشرہ ان لوگوں کو ردّ کر دے اور بغیر کسی اعلانِ مقاطعہ کے معاشرہ کا عملی وجود ان سے اپنا تعلق کاٹ لے تو پھر یہ لوگ ان شہروں کو چھوڑ کر بھاگنا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر ایسے موقع پر نیک لوگ اور نمازی دکانداروں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے یہ کوشش بھی کریں کہ اُن کی تجارت زیادہ چمکے اور لوگ ان کی طرف زیادہ مائل ہوں۔ اسی طرح حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی نصائح پر مشتمل مختلف قطعات خوبصورتی کے ساتھ اُن جگہوں پر آویزاں کئے جائیں جہاں خطرہ ہے کہ لوگ بیہودہ حرکتوں میں مُبتلا ہو جاتے ہیں۔

فرمایا: بُرائی کے اڈوں کو نظر میں رکھنا، وہاں جانے والوں کو منظّم طریق پر روکنا، اُن اڈوں کے اِردگرد ایک نہ دکھائی دینے والی فصیل قائم کر دینا اور بدیوں کے اڈوں کو بند کر کے نوجوانوں و بیکار و غریب لوگوں کی لذّت یابی اور تسکینِ قلب کے لئے اَور زیادہ دلکش اڈے بنا کر اُن کی سرپرستی کرنا یہ سب ایسے اقدامات ہیں کہ ان کے استعمال سے بغیر کسی جبر کے بدیاں معاشرے کو چھوڑنے لگتی اور کئی خوبصورتیاں جنم دینے لگتی ہیں۔ ان کو اختیار کرنے سے اللہ کے فضل سے غیر معمولی نتائج ظاہر ہوں گے۔

فرمایا: کچھ اڈے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو دانشوروں کے اڈے کہتے ہیں۔ یہ بظاہر نیکی کی تلقین کرنے والے اور بدیوں کا نوٹس لینے والے اڈے ہوتے ہیں لیکن قرآنی تعلیم کے منافی طریق پر عمل کرتے ہیں۔ قرآنی اِصطلاح کے مطابق تو دانشور اُسے کہتے ہیں جو اولی الالباب ہو، نظامِ کائنات پر غور و فکر

اور تدبّر کرنے والے ہوں اور اللہ کے ذکر سے اُن کا سینہ معمور رہتا ہو۔ ایسے لوگ جب کائنات کے حالات پر فکر کی نظر ڈالتے ہیں تو اُن کا تدبّر اُن کو جہنم سے دُور لے جاتا ہے اور ان کی دعا یہ ہوتی ہے کہ ہمیں مقصودِ کائنات کے ہم آہنگ کر دے تاکہ ہم باطل سے دُور رہیں اور حق کو پانے والے ہوں اور ضائع نہ ہو جائیں۔ آخری بات جس سے یہ خاص طور پر پہچانے جاتے ہیں وہ یہ ہے کہ ان سے تعلق رکھنے والے آگ کے عذاب سے بچائے جاتے ہیں۔ ان کو اندرونی اور بیرونی آگ سے اور جہنّم کی آگ سے محفوظ کیا جاتا ہے۔ یہ کسی اندرونی آگ میں پُھنکتے نہیں، کسی جلن کا شکار نہیں رہتے۔ خدا کے عذاب کی مظہر ہر آگ سے دُور بھاگتے ہیں اور اس سے بچنے کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں لیکن ان کے سوا کچھ اور دانشور بھی ہیں جو آگ سے پیدا ہوتے ہیں، انتقام اور غصّہ کی وجہ سے اُن کی دانشوری کی قوتیں اجاگر ہوتی ہیں۔ یہ لوگ حسد اور انتقام کی پیداوار ہُوا کرتے ہیں۔ ان کے اڈے آگ سے بچانے کے لئے نہیں بلکہ آگ میں مبتلا کرنے کا نتیجہ پیدا کرتے ہیں۔ ان سے شر پیدا ہوتا ہے۔ ان کی مجلس میں جانے والے ان کی تخریبی تنقید کا شکار ہو جاتے ہیں اِس لئے ان سے بچنے کے لئے وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ کی دعا سکھائی گئی ہے۔ دیکھئے کہاں وہ دانشوری جو جہنّم کے عذاب سے دُوری کا شعور پیدا کرتی ہے اور کہاں یہ کیفیت کہ دانشوری جہنّم کی پیداوار ہے۔ ان کے قریب بیٹھنے والے بھی ہمیشہ ہی بے چین رہتے ہیں۔ ان کی سوچ اور طرزِ فکر کا نتیجہ سوائے مزید جلن کے اور کچھ نہیں۔ یہ لوگ قرآنی اولی الالباب کے مدِمقابل طاقتوں کی پیداوار ہیں۔ ایسے لوگوں کے تنقیدی اڈے بسا اوقات ظاہری بدیوں کے اڈوں سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں کیونکہ یہ ایمان کے مرکز اور زندگی کی رُوح پر حملہ آور ہوتے ہیں تبھی قرآن کریم نے اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ کے الفاظ کے نیچے بیان فرمایا ہے۔ ان لوگوں کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ ہم کتنا بڑا گناہ کر رہے ہیں چنانچہ ایسے لوگوں کو سب سے زیادہ نقصان ان کے اپنے گھروں میں پہنچتا ہے کیونکہ اگر یہ اڈہ انہوں نے اپنے گھروں میں بنایا ہُوا ہو تو اکثر اُن کی اولادیں ضائع ہو جاتی ہیں اور ان کا انجام بڑا ہی خطرناک ہوتا ہے۔

فرمایا: ایسے دانشوروں کو مَیں سمجھاتا ہوں کہ ہوش کرو قرآنی تعلیم لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ کا یہی مطلب ہے۔ اپنے ہاتھوں سے اپنی اولادوں کو نشانہ نہ بناؤ، وہ جن پر تم تنقید کرتے ہو وہ تو امراض کی حالت میں جانیں دیں گے مگر تمہارے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ تم کس حالت میں جانیں دو گے اور تمہاری اولادوں کے بارہ میں تو غالب اِمکان ہے کہ خدا کی مجرم ٹھہر چکی ہوں گی اِس لئے زبان کے چسکوں کو معمولی نہ سمجھیں یہ ممکن ہے کہ تم تو اپنا زہر اپنی اولادوں پر اُگلتے ہوئے اور ان کو ڈستے ہوئے اِس دُنیا سے رخصت ہو جاؤ اور بعد میں یہ اپنی بدنصیبی کی لکیر پیٹتے رہ جائیں اور کوئی ان کا علاج

نہ ہو سکے اِس لئے جماعتوں کو اِن اڈوں کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیئے اور انہیں حکمت اور محبت اور پیار سے سمجھانا چاہیئے۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ بعض دفعہ واقفینِ زندگی بھی ایسی حرکتوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اُن سے بھی خدا کی تقدیر بالکل اسی طرح سلوک کرتی ہے۔ اُن کی تنقید چونکہ حسد کا نتیجہ ہوتی ہے اِس لئے اُن کی اولادیں پھر ضائع ہو جاتی ہیں۔ ان لوگوں کو بھی مَیں سمجھاتا ہوں کہ خدا کی یہ تقدیر اٹل اور غیر مبدل ہے اِس لئے دانشور ضرور بنیں مگر وہ جن کو قرآن دانشور کہتا ہے۔ اللہ کی محبت کے نتیجہ میں جو دماغ صیقل ہوتا ہے اور فکر کو جلا ملتی ہے اس کے طلبگار ہوں۔ خدا سے ایسا مزاج مانگیں کہ جہاں بھی جائیں وہاں نیکیاں پیدا کرنے والے ہوں اور سلسلہ کی محبت بڑھانے والے ہوں۔ جو آپ کے قریب آئیں اُن کو سکینتِ قلب میسر آئے، بجائے اس کے کہ وہ ان کی بے چینی اور بیقراری کا موجب بنے۔

فرمایا: اِس کے باوجود جماعت کے اُن افسروں کی بھی بھاری ذمہ داری ہے کہ جن کی بے احتیاطی کی وجہ سے بعض لوگ ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ سلسلہ کے ان افسران کو بھی مَیں سمجھاتا ہوں کہ انہیں ایسے بیماروں کو ان بیماریوں سے بچانے کے لئے طوعی طور پر اپنے معاملات میں احتیاط کرنی چاہیئے اور اپنے بچّوں کو اپنے لئے مہیّا سہولتوں سے غلط فائدہ نہیں اُٹھانے دینا چاہیئے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ اپنے لئے مہیّا سہولتوں میں اپنے بچّوں کو بھی شامل کر لیتے ہیں تو اس میں آگ لگنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کون سا گناہِ عظیم اُن سے ہو گیا ہے کہ اُن کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ جلنے والوں نے تو جلنا ہی ہے لیکن ان افسروں کو لوگوں کی جلن کا کم سے کم موقع پیدا کرنا چاہیئے تاکہ لوگوں کو یہ احساس رہے کہ آپ کو جماعت کی عطا کردہ سہولتوں کا احساس ہے تشکر کا جذبہ بھی ہے اور آپ نہیں چاہتے کہ ضرورت سے زیادہ ان چیزوں کو استعمال کریں۔

فرمایا: اس کے نتیجہ میں سوسائٹی میں تقوٰی کا معیار بڑھتا ہے اور بجائے اس کے کہ لوگ بُرائی میں مبتلا ہوں آپ کو لوگوں کو نیکیوں میں بڑھانے کی توفیق ملے گی۔

فرمایا: میرا یہ ایمان ہے کہ جب تک ہمارے اندر سے ایک مفکّر، ایک مدبّر، ایک مصلح پیدا نہ ہو اُس وقت تک ہم صحیح معنوں میں نہ اپنی اصلاح کر سکتے ہیں اور نہ ہم معاشرے کی اصلاح کے اہل بن سکتے ہیں۔ آج ہر احمدی کو مذکر بننا ہوگا اور وہ نہیں بن سکتا جب تک کہ اس کے ضمیر میں ایک مذکر پیدا نہ ہو جو ہر وقت اس کو پہلے اپنی اصلاح کی طرف متوجہ نہ کر رہا ہو اور اس کے بعد دوسروں کی اصلاح کا اہل نہ بنا دے۔ اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنی بڑھتی ہوئی ذمہ داریوں کو اس طرح ادا کریں کہ خدا کے پیار کی محبت کی نگاہیں ہم پر پڑنے لگیں۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸ نومبر ۱۹۸۸ء بمقام لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے سورۃ الحشر کی یہ آیت تلاوت فرمائی:-

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○

فرمایا کہ گذشتہ ایک خطبہ میں مَیں نے یہ ذکر کیا تھا کہ حضرت اقدس محمد مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر بدھ کے دن کو منحوس قرار دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کو اِس حدیث کے مفہوم کی سمجھ نہیں آسکی۔ فی الحقیقت کوئی دن بھی منحوس نہیں بلکہ بعض دنوں میں گزرنے والے ماجرے بعض دنوں کو منحوس بنا دیتے ہیں اور بعض دنوں کو مبارک بھی بنا دیتے ہیں۔ خود حضرت اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب پر اگر تدبر کیا جائے تو کبھی یہ غلط فہمی پیدا نہیں ہوتی۔

فرمایا: خدا تعالیٰ کے کلام کے بعد سب سے زیادہ پُر معارف اور سب سے زیادہ گہرا کلام حضرت اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ ایک شخص کے سوال کے جواب میں بدھ کو منحوس قرار دیتے ہوئے آپؐ نے فرمایا "اِس دن فرعون اپنے انجام کو پہنچا اور خدا کی قہری تجلی اس پر گری اور چونکہ وہ خدا کے غضب کے اظہار کا دن تھا اِس لئے وہ منحوس دن تھا لیکن اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نجات بھی تو پائی تھی وہ دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے مبارک دن بھی تو تھا"۔ غور کرنے والے کا ذہن اس طرف منتقل نہیں ہوا کہ خدا کے عذاب کا دن اُن لوگوں کے لئے منحوس ہوتا ہے جن پر وہ عذاب نازل ہوتا ہے اُن لوگوں کے لئے نہیں جن کی وجہ سے وہ عذاب نازل ہوتا ہے۔ پس ایک پہلو سے یہ دن منحوس ہے اور دوسرے پہلو سے یہی دن برکتوں والا دن بن جاتا ہے۔ زمانے کا بھی ایک ظرف ہے اس ظرف میں جو کام کئے جاتے ہیں وہ زمانے کو منحوس بھی بنا دیا کرتے ہیں اور مبارک بھی۔ پس بدھ کا دن ایک پہلو سے منحوس تھا اور ایک پہلو سے بے انتہا مبارک دن تھا کیونکہ اِس دن خدا نے ایک مظلوم قوم کو ایک ظالم کے پنجے سے نجات بخشی تھی۔ اِس پہلو سے حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے الہامات کی روشنی میں اور بعد میں رُونما ہونے والے واقعات کی روشنی میں ہم بدھ کے دن پر غور کرتے ہیں تو یقیناً اس میں جہاں بعض نحوستیں ہیں وہاں جماعت احمدیہ کے لئے بہت سی برکتیں بھی ہیں لیکن اگر انسان ان برکتوں کا اپنے آپ کو اہل نہ بنائے تو وہ برکتیں بھی ٹل سکتی ہیں اِس لئے جن خدا کے بندوں کے لئے خدا کی طرف سے نشان دکھائے جاتے ہیں اُن بندوں پر بھی کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جنہیں انہیں بہرحال ادا کرنا ہوگا۔

اِن امور کے پیشِ نظر میں جماعت کو اِن دنوں میں خصوصیت سے دعا کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ ہم دعاؤں ابتہال اور روحانی مقابلے کے سال سے گزر رہے ہیں اور یہ دوڑ ابھی ختم نہیں ہوئی۔ بہت سے دُشمن ایسے ہیں جنہوں نے ہار تسلیم نہیں کی وہ خدا کی تقدیر کا رُخ تبدیل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بہت سے خطرات ہیں جو ابھی جماعت کو درپیش ہیں اِس لئے ان ذمہ واریوں سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔

فرمایا: بدھ کا دن یقیناً جماعت کے لئے مبارک ہے لیکن اس کی برکتوں کے حصول کے لئے ابھی بہت سی منزلیں طے کرنی باقی ہیں اِس لئے جماعت کو دعائیں جاری رکھنی چاہئیں اور ساری جماعت کو اِن دعاؤں میں شامل ہونا چاہیئے۔ اجتماعی دعا کی دو طرح کی برکتیں ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اجتماعی دعا انسان کو شرک سے پاک کرتی ہے، اجتماعی دعا میں توحید کا فلسفہ ہے۔ جب ساری جماعت دعا کرتی ہے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کس کی دعا مقبول ہوئی اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اجتماعی دعا مجموعی شکل میں ایک اثر دکھاتی ہے اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اجتماع میں شریک لوگوں کے دلوں پر مختلف واردات اور کیفیات طاری ہوتی ہیں جو دعا کی مقبولیت کے لئے ایک مؤثر کردار ادا کرتی ہیں اور یُوں کوئی ایک لمحہ بھی مومن کی اجتماعی زندگی پر نہیں آتا جس میں روشنی نہ ہو۔ اِس لئے ضروری ہے کہ کثرت کے ساتھ تمام دُنیا کے احمدی مسلسل دعاؤں میں مصروف ہیں۔

فرمایا: دعاؤں کے لمحے دلوں سے پیدا ہوتے ہیں کوئی بیرونی وقت کا اثر ہرگز نہیں جو دعاؤں کو مقبول لمحے عطا کرتا ہو۔ قرآن کریم نے اِس فلسفہ کو کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ بعض لوگ اِس سے یہ سمجھتے ہیں کہ بعض خدا کی شانیں خدا کی مقبولیت کی شانیں ہیں اور بعض نامقبولیت کی شانیں اور ہمیں مقبولیت والی شان نصیب ہو یہ بات درست نہیں ہے خدا کی ہر شان مقبولیت کی بھی ہوسکتی ہے اور غیر مقبولیت کی بھی۔ مقبولیت کی اس وقت ہوگی جب آپ کے دل کی شان خدا کی شان کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائے۔ اِس لئے خدا کی شان کے مطابق جب کثرت سے ایک جماعت دعا میں مصروف ہو کسی نہ کسی دل کو وہ ہم آہنگی کا لمحہ نصیب ہو جایا کرتا ہے تو اس دعا میں سے ایک عظیم قوت اُٹھتی ہے اور دعا کرنے والے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ دعا نامقبول نہیں ہوسکتی۔ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ بعض دفعہ بدوں کے دل سے بھی ایک ایسی دعا اُٹھتی ہے جو خدا کی کسی شان کے ساتھ ہم آہنگ ہو جاتی ہے اور ان کی ساری عمر کی بدیاں ان کو جہنم میں دھکیلنے میں ناکام رہتی ہیں۔ اِس لئے میں جماعت کو متوجہ کرتا ہوں کہ دعاؤں میں مصروف رہیں اور اُن کے رُخ پلٹتے رہیں، یہ بھی قبولیتِ دعا کا مقام حاصل کرنے کے لئے ایک اچھا راز ہے۔ ایک ہی نہج پر ایک ہی طرز پر جس طرح طوطا بولتا ہے یا کوئی بچہ نظم و سُورۃ پڑھتا ہے اس رنگ میں اگر کوئی دعا کرتا چلا جائے

تو ہو سکتا ہے کہ اس کی ساری عمر کی دعا بے معنیٰ ہو۔ اس لئے وظیفوں میں مبتلا ہو جانے والے بسا اوقات اپنا وقت ضائع کرتے ہیں۔ اس لئے دعاؤں کے رنگ بدلنے چاہئیں۔ ایسی کوشش کے نتیجہ میں پھر وہ لمحے آپ کو نصیب ہو سکتے ہیں جن کے نتیجہ میں آپ کے دل کی شان خدا کی کسی شان کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائے اور پھر از خود اپنی قوت سے ایک دعا اُٹھے گی جو خود بتائے گی کہ میں ایک خاص لمحے کی پیداوار ہوں اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے آپ کو قبولیت کے عظیم الشان نشان دکھائے جائیں گے۔

فرمایا: جہاں تک تربیتی مضمون کا تعلق ہے میں بیان کر رہا تھا کہ بعض دانشور ہوتے تو دانشور ہی ہیں لیکن قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ دو قسم کے دانشور ہیں ایک وہ جن کی دانشوری اللہ کی محبت اور بنی نوع انسان سے تلطف اور رحم کے نتیجہ میں جلوے دکھاتی ہے اور ایک وہ جس کا مادہ غیظ ہے، غضب ہے، انتقام ہے اور کچھ احساسِ کمتری ہے۔ یہ دونوں قسم کے دانشور بالکل مختلف قسم کا اثر معاشرے پر پیدا کیا کرتے ہیں۔ اور جماعت کو میں نے نصیحت کی تھی کہ ہم میں جو دانشوروں کا طبقہ منفی سوچ والا پیدا ہو رہا ہے ان کو اپنی فکر کرنی چاہیئے اگر انہوں نے اپنی فکر نہ کی تو اُن کی اولادوں کی بھی کوئی ضمانت نہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کو کیا کرنا چاہیئے۔ یہاں صرف تنقید مقصود نہیں بلکہ ان کو بچانا مقصود ہے اس کے لئے آج میں دو باتیں ان کے سامنے رکھتا ہوں۔

اوّل یہ کہ ہر تنقید کا جائزہ لیا کریں اور زبان پر بات لانے سے پہلے اپنے دل کو ٹٹولا کریں کہ یہ تنقید پیدا کیوں ہوئی تھی؟ کیا خدا اور اس کے رسول ؐ کی محبت کے نتیجہ میں یا بنی نوع انسان سے شفقت کے نتیجہ میں یا تنقید نے کوئی انتقامی جذبہ ٹھنڈا کیا ہے اور تنقید کرتے ہوئے وہ مخفی لذت حاصل کرتے ہیں۔

فرمایا: یہ دو باتیں ایسی ہیں جو بالکل کھلم کھلا فرق کر دیتی ہیں۔ اگر انسان باشعور طور پر اپنے نفس کا تجزیہ کرے تو فوراً پہچان سکتا ہے کہ اصل محرک کیا تھا اور حقیقت میں یہ وہ تنقید ہے جو قرآن کریم کے اولی الالباب کیا کرتے ہیں یا وہ دوسری تنقید ہے جو دُنیا کے تخریب کار کیا کرتے ہیں۔ اگر دیانتداری سے کوئی اپنی تنقید کا تجزیہ پہلے کر لیا کرے اور اس پر خوب غور کر لیا کرے تو وہ کئی قسم کی ہلاکتوں سے بچ سکتا ہے۔ حضرت بانئ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ایسے تنقید کرنے والوں کی بیماری کے متعلق یہ فرمایا کہ جب یہ بہت بڑھ جاتی ہے اور عادت مستمرہ ہو جاتی ہے تو اس بیماری کو پھر روحانی اصطلاح میں جذام کہا جاتا ہے اور حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ الْاَسَدِ کہ مجذوم سے اس طرح دوڑو جس طرح شیر سے ڈر کر بھاگتے ہو۔ بعض علماء نے اس سے مراد روحانی بیماری لی ہے اور حضرت بانئ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اس روحانی بیماری کی نشان دہی بھی فرما دی ہے کہ روحانی اصطلاح میں مجذوم

ہوتا کون ہے ؟ پس اگر ایسے دانشور اپنے قدم وقت پر نہیں روکیں گے تو میں اُن کو متنبّہ کرتا ہوں کہ ان کی بیماری بڑھ کر جذام میں داخل ہو جائے گی اور پھر اس کا کوئی علاج نہیں۔

فرمایا: جو اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ اڈّوں کے سردار بن جاتے ہیں وہ چونکہ جذام پھیلانے لگتے ہیں اس لئے میں نوجوان نسلوں کو آج نصیحت کرتا ہوں کہ پھر اُن لوگوں کے پاس نہ جایا کریں، اُن کے پاس نہ بیٹھا کریں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ الْاَسَدِ۔

فرمایا: دوسری بات یہ ہے کہ قرآن کریم نے اِن آیات میں ایک دعا سکھائی ہے جن کی تلاوت مَیں نے خطبہ کے شروع میں کی تھی اس دعا سے استفادہ کریں۔ دل میں کسی ایسے مومن بندے کے لئے نفرت پیدا ہو یا غصّہ پیدا ہو جو کمزوریاں بھی رکھتا ہو گا لیکن فی الحقیقت ایمان لانے والا ہے اور ایمان لاکر خدمتِ دین میں مصروف رہنے والا ہے تو ایسے موقع پر دعا سے فائدہ اُٹھائیں اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں۔

فرمایا: اِس دعا کے نتیجہ میں وہ سوسائٹی اُبھرتی ہے، وہ معاشرہ وجود میں آتا ہے جس میں مومن دوسرے مومن سے بھائی کی طرح محبّت کرنے لگتا ہے۔ یہ دعا دل کی صفائی اور تزکیہ سے تعلق رکھتی ہے۔ تو یہ دو نصیحتیں اُن کے لئے ہیں جو کسی قسم کے دل کا رجحان اپنے بھائیوں کے لئے رکھتے ہیں۔ اللہ اُن کی دانشوری کو صحیح رستوں پر چلائے۔

فرمایا: مَیں نے بالعموم بعض کمزوریوں کی طرف اشارہ کیا تھا اور بتایا تھا کہ یہ بیماریاں بیرونی معاشرے سے لازماً ہمارے معاشرہ میں سرایت کرنے کا رُجحان رکھتی ہیں اور ہمیں ان کے خلاف ایک عظیم الشان جہاد کرنا چاہیئے۔ اَب مَیں وقت کے لحاظ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ فرمایا: قرآن کریم میں لفظ "فرّ" کا استعمال منفی معنوں میں نہیں بلکہ مثبت معنوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ تم اللہ کی طرف فرار اختیار کرو۔

فرمایا: لفظِ فرار بتا رہا ہے کہ تقوٰی کا اصل معنیٰ یہی ہے کیونکہ تقوٰی خدا ہی کی طرف دوڑنے کا نام ہے۔ کسی اَور کے خوف سے خدا کی پناہ میں آنے کو تقوٰی کہتے ہیں۔ گناہوں سے فرار اختیار کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ گناہ کو اِس لئے ترک کر رہے ہیں کہ آپ کو معلوم ہے کہ گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے اور آپ اس گناہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ جو طریق ہے یہ ثواب کے لحاظ سے تو اچھا ہے لیکن مشکل بہت ہے۔

فرمایا: ایک اَور طریق یہ ہے کہ گناہ کا عرفان پیدا کریں۔ گناہ کا شعور پیدا کریں اور اپنے خیالات میں اپنے تفکّرات میں بلوغت پیدا کریں۔ بعض دفعہ یہ شعور اپنے تعلق سے پیدا نہیں ہوتا دوسرے کے

تعلق سے پیدا ہو جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ انسان جو اولی الالباب ہو اس کو خدا تعالیٰ ایسے فہم عطا کرتا چلا جاتا ہے اور اس کی نظر کو ایسی باریکی عطا کرتا چلا جاتا ہے کہ وہ گناہوں کی تہہ تک پہنچ کر اُن کا شعور حاصل کرنے لگتا ہے اور جب شعور حاصل کرلے تو پھر یہ جدّوجہد ختم ہو جاتی ہے کہ خدا نے منع کیا ہوُا ہے اِس لئے مَیں نے شیطان کے مُنہ میں اُنگلی نہیں ڈالنی۔ انسان خود متنفّر ہونے لگتا ہے۔ اِس لئے بچپن سے ماں باپ کو گناہوں کے مضمون کو اپنی اولاد کو اِس طرح سمجھانا چاہیئے کہ گناہ کا شعور پیدا ہو جائے اِسی لئے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دُنیا کا سب سے بڑا مزکی قرار دیا گیا تھا تو آپ کی تعریف میں یہ بات داخل فرمائی کہ وَیُزَکِّیۡهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ (وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ) کہ اس شان کا مزکی آیا ہے کہ جو محض تعلیم پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ تعلیم کی حِکمتیں بھی بیان کرتا ہے، اُن کو سمجھاتا ہے، اُن کے دل کے ساتھ اُن کے دماغ کو قائل کرتا ہے یہاں تک کہ وہ گناہ کو گناہ سمجھ کر، ایک زہر سمجھ کر دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ اس کو پہچاننے لگ جاتے ہیں اور اس سے وہ اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح مجذوم سے بھاگنے کا حکم ہے۔ پس فِرُّوۡۤا اِلَى اللّٰهِ کا یہ مطلب ہے کہ اللہ کی طرف دوڑو۔ اور یہ دوڑ شعور کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی آپ کو۔ اس دوڑ کی تحریک دِل میں پیدا نہیں ہوگی جب تک آپ گناہ کا شعور حاصل نہیں کریں گے۔

فرمایا: اصل بنیادی اور گہری بات یہی ہے کہ گناہ کے شعور سے ایک روحانی فراست نصیب ہوتی ہے دونوں طرف معرفت کی ضرورت ہے۔ ایک معرفت دوسرے کی معرفت کو بڑھاتی ہے اِس لئے گناہ کا شعور حاصل کریں تو آپ فِرُّوۡۤا اِلَى اللّٰهِ کی حالت میں داخل ہو جائیں گے۔ خود بخود یہ شعور آپ کو اپنے خدا کی طرف دوڑائے گا اور کہیں اَور پناہ نہیں ملے گی۔ یہی تقویٰ کا بنیادی مفہوم ہے جس کو سمجھے بغیر انسان کی سچّی اصلاح ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو بالعموم ساری دُنیا میں توفیق بخشے کہ جس عظیم الشان اور نازک اور تاریخی دَور میں سے ہم گزر رہے ہیں اس کے تقاضے خدا کی عطا کردہ توفیق کے ساتھ پورے کریں اور گناہوں کو لذّت کے ساتھ چھوڑیں تکلیف اور مصیبت کے ساتھ نہیں۔ بلکہ پورے کامل اطمینان کے ساتھ کہ ہاں اب ہم امن میں آگئے ہیں اور یہ امن خدا کی گود کے سوا اَور کہیں نصیب نہیں ہوسکتا۔

"ہر طرف نورِ تقویٰ کی شمعیں روشن کریں"

پیغام حضرت امام جماعتِ احمدیہ بر موقع سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ مرکزیہ بھارت ۱۹۸۷ء

مکرم صدر صاحب مجلس انصار اللہ مرکزیہ بھارت قادیان و جملہ اراکین مجلس انصار اللہ بھارت!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میرے پیارے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان کا سایہ ہمیشہ آپ سب کے شاملِ حال رہے۔ آمین

مجھے یہ معلوم کر کے بے حد مسرّت ہوئی کہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور تائید و نصرت کے طفیل آپ مجلس انصار اللہ بھارت کا آٹھواں سالانہ اجتماع مورخہ ۶-۸ اخاء (اکتوبر) کو منعقد کر رہے ہیں۔ میری اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ آپ کے اِس اجتماع کو انتہائی بابرکت بنائے۔ اِس کے مفید اور دیرپا نتائج ظاہر فرمائے اور باہمی مودّت اور اخوّت کی رُوح کے پروان چڑھنے کا یہ اجتماع موثّر ذریعہ ثابت ہو۔ آمین

آٹھویں سالانہ اجتماع کے مبارک موقع پر مَیں آپ سب کو دُو اہم امور کی جانب اختصار سے توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

امرِ اوّل:۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسے شرف سے نواز رکھا ہے جو آپ کو دُنیا بھر کے دیگر ممالک کے بالمقابل ممتاز ٹھہراتا ہے۔ وہ امتیازی شرف یہ ہے کہ آپ ایسے عظیم الشّان مقام پر جمع ہو رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے ..... منتخب فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئے گئے اس عہد کو پورا کرنے کے لئے ذریعہ بنایا ...... ایسے جلیل القدر مقامِ خدمت کا تقاضا ہے کہ اوّلاً آپ سب اپنے قلوب کو اِس آسمانی نور سے پوری طرح منوّر رکھیں اور ہر آن ایک بے لاگ اور غیر جانبدار اور مُنصف کی طرح اپنے قلوب کا جائزہ لیتے رہیں کہ کسی گوشہ میں ظلمت کا سایہ نہ ہو۔ ظلمت انسان کے باطنی نور کو داغدار کرنے کے لئے ہزاروں راہوں سے حملہ آور رہتی ہے۔ آپ کسی حالت میں اور کسی بھی طور سے

ظلمت کو قریب نہ آنے دیں اور اس نور کی اس طور پر حفاظت اور قدر کریں کہ یہ نور آپ کی اُخروی زندگی کو بھی منوّر کردے۔ ثانیاً ہمیشہ یاد رکھیں کہ سیّدنا حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کو جو نور نصیب ہُوا وہ سرتاپا اُس نورِ کامل کی عاجزانہ غلامی کے نتیجہ میں نصیب ہوُا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بڑی وضاحت سے فرماتا ہے۔ جیسے فرمایا:-

۱- فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝

(تغابن: آیت ۹)

۲- قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۝ (مائدہ: آیت ۱۶)

اِس نور کو آپ نے بھی اپنانا ہے اور اس سے باقی دُنیا کی ظلمت کو دُور کرنے کا سامان کرنا ہے کیونکہ اپنی فطرت کے لحاظ سے نور ایسی چیز نہیں جس کو پردوں میں چُھپا کر رکھا جائے۔ پس سیّدنا حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ جو عظیم الشان مقاصد لے کر دُنیا میں ظہور فرما ہوئے اُن کی تکمیل کے لئے اپنی تمام تر صلاحیّتوں اور اہلیّتوں کو وقف کر دیں۔ آپ کے دائیں بائیں طرح طرح کی ظلمتوں نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں اور اُن تاریکیوں میں انسانیّت بھٹک رہی ہے۔ آپ کا فرض ہے کہ ہر طرف نورِ تقویٰ کی شمعیں روشن کریں اور ظلمت میں بھٹکتی بے قرار رُوحوں کو اپنی مساعی، اپنے نمونہ اور اپنی عاجزانہ[1] نور میں کھینچ لائیں۔

سیّدنا حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ صحیح مسلم کی اُس حدیث کا ذکر کرتے ہوئے جس میں مسیح موعود کے منارہ کے پاس نزول کا بیان ہے، فرماتے ہیں:-

"..... وَاخْتَارَ ذِکْرَ لَفْظِ الْمَنَارَةِ اِشَارَةً اِلٰی اَنَّ اَرْضَ دِمَشْقَ تُنِیْرُ وَ تُشْرِقُ بِدَعْوَاتِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ بَعْدَ مَا اَظْلَمَتْ بِاَنْوَاعِ الْبِدْعَاتِ...."

یعنی حضرت اقدس سیّدنا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منارہ کا لفظ اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے استعمال کیا کہ دمشق کی سرزمین طرح طرح کی بدعات کی ظلمتوں میں رہنے کے بعد مسیح موعود کی دعاؤں سے روشن ہوگی۔"

(تذکرہ صفحہ ۲۵۴ طبع دوم)

پس اپنے وسیع ماحول کی ظلمتوں کو عاجزانہ مساعی اور مُضطربانہ دعاؤں کے ساتھ نورِ مسیح محمدی سے منوّر کرنا آپ کا اوّلین فریضہ ہے۔

---

[1] غالباً "اپنی عاجزانہ دعاؤں کے نور" ہے (ناقل)

امرِ دوئم: یہ کہ آپ سب انصاراللہ کہلاتے ہیں اور قرآن کریم کی رُو سے نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ ایک ایجابی اقرار ہے جو مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ کی صدا کے جواب میں ایک والہانہ لبّیک ہے۔ مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ کے اندر دو حقیقتیں نہاں ہیں۔ اوّل یہ کہ خدا کے مسیح کے آپ انصار اور دست و بازو ہیں۔ دوئم یہ کہ آپ کی منزل "اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ" کے مطابق "وُصُول اِلَی اللّٰہ" ہے۔ اللہ تک رسائی کے ساتھ ہی انصاراللہ کہلانا حقیقت پر مبنی ٹھہرتا ہے۔ خدا کرے کہ آپ سب اللہ تک رسائی کا وہ بلند و بالا مقام حاصل کرنے والے ہوں جس بلند مقام پر خدا کے مسیح موعود نے اپنے انصار کو فائز دیکھنے کی خاطر "مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ" کی صدا بلند کی تھی۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

والسّلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

خلیفۃ المسیح الرابع

پیارے آقا کا محبّت بھرا اسلام

امام جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی صحت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھی ہے اور حضور تمام احبابِ جماعت کو محبّت بھرا السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ کہتے ہیں ۞

حضرت امام جماعت احمدیہ کا دورۂ مشرقی افریقہ

(رپورٹ کا بقیہ حصہ)

۱۶ ستمبر ۱۹۸۸ء بعد از نماز جمعہ و عصر ساڑھے چار بجے گولڈ کریسٹ ہوٹل میں ایک استقبالیہ تقریب منعقد ہوئی جس سے ستر سے زائد غیر از جماعت دوست شامل ہوئے۔ ان میں میئر آف QUARTRE BORNES اور ماریشس کے امریکن سفیر بھی شامل تھے۔ چائے اور ریفریشمنٹ کے بعد سوال و جواب کی دلچسپ مجلس شروع ہوئی جو قریباً سوا گھنٹہ تک جاری رہی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مختلف سوالات کے نہایت علمی اور بصیرت افروز جوابات ارشاد فرمائے۔ علاوہ ازیں حضور انور کے قیام ماریشس کے دوران ماریشس کی احمدیہ بیوت الذکر بیت رضوان، بیت نور، بیت فضل، بیت مبارک اور بیت دارالسلام میں نہایت دلچسپ مجالس عرفان منعقد ہوتی رہیں ان میں احمدی احباب کے علاوہ کثیر تعداد میں غیر از جماعت ہندو، مسلم اور عیسائی دوستوں نے شمولیت اختیار کی۔ ان مجالس میں حضور انور نے مستقبل کے متعلق پیشگوئیوں، ایڈز، کفن مسیح، اسلامی ریاست، احمدیت اور دیگر اسلامی فرقوں میں فرق، مباہلہ کا چیلنج، ضیاء الحق کی ہلاکت، حیات بعد الموت، پردہ، شادی بیاہ کے موقع پر موسیقی کے استعمال، وفات مسیح اور دیگر مختلف موضوعات پر ہونے والے سوالات کے جواب دیئے۔

احباب جماعت کی انفرادی اور اجتماعی ملاقاتوں کے علاوہ اس عرصہ میں حضور انور نے ۱۸ ستمبر کو NEW-GROVE میں بیت الذکر کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس موقع پر ماریشس کے منسٹر آف ورک جناب آنریبل R. GADDOO بھی موجود تھے۔ سنگ بنیاد رکھے جانے کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک یادگاری پتھر نصب فرمایا اور اجتماعی دعا کرائی۔ اس موقع پر حاضرین سے حضور انور کے خطاب کے علاوہ منسٹر آف ورک (MINISTOR OF WORK) نے بھی خطاب کیا۔ انہوں نے ملکی تعمیر میں جماعت کی شاندار خدمات پر خراج تحسین پیش کیا۔ اور ماریشس ٹی۔ وی اور پریس نے بھی اس تقریب کو COVERAGE دی۔

اسی روز حضور انور نے Q. MILITAIRA (یعنی ملٹری کوارٹر) میں نو تعمیر شدہ بیت الذکر کا افتتاح فرمایا جہاں نماز ظہر و عصر کی ادائیگی کے بعد مجلس سوال و جواب منعقد ہوئی جس میں حضور نے حاضرین کے

سوالوں کے جواب دیئے۔ نمازِ مغرب وعشاء کے بعد مکرم سیّد حسین احمد صاحب نے چند نکاحوں کا اعلان کیا۔ اِس دَوران حضور بھی بیت الذکر میں تشریف فرما ہوئے اور دعا میں شمولیت فرمائی۔ بعد ازاں دُو افراد نے حضورِ انور کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہوئے۔ اِس بابرکت موقع پر بیت الذکر میں موجود تین صد احمدی احباب کو بھی اجتماعی بیعت میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔

قیامِ ماریشس کے دَوران ۱۹ ستمبر کو حضورِ انور نے ماریشس کے گورنر جنرل جناب VEERASAMY - RINGADOO سے REDVI UEAUEAV میں ملاقات کی۔ اس کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ ماریشس کے وزیرِ اعظم جناب AMEEROOD - JUGNATH سے ملاقات کے لئے اُن کے دفتر تشریف لے گئے اِس موقع پر حضورِ انور نے جنابِ وزیرِ اعظم کو جماعتِ احمدیہ کی طرف سے مختلف زبانوں میں شائع شدہ تراجم قرآن کریم تحفۃً پیش کئے جنہیں وزیرِ اعظم نے بشکریہ قبول کیا۔ اِس کے بعد حضور PAILLES اور ST. PIERRE کے مقامات پر قبرستانوں میں مکرم حافظ جمال احمد صاحب اور مکرم عبید اللہ صاحب کی قبروں کی زیارت اور دعا کے لئے تشریف لے گئے۔

قریباً سوا بارہ بجے پورٹ لوئیس میں CARRIDOULLE ہوٹل میں ایک پریس کانفرنس کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس میں ماریشس کے ٹی۔وی اور ملک کے ممتاز اخبارات و رسائل کے نمائندے حاضر ہوئے۔ حضورِ انور نے صحافیوں کے متعدد سوالات کے جوابات ارشاد فرمائے۔ پریس کانفرنس کے اختتام پر پریس کے نمائندگان کے ساتھ حضورِ انور نے دوپہر کا کھانا تناول فرمایا۔

اِسی شام ماریشس یونیورسٹی کے آڈیٹوریم میں 'اسلام اینڈ ریوولیوشن' کے موضوع پر حضورِ انور نے ایک لیکچر دیا۔ اِس تقریب کی صدارت یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب پروفیسر MANRA - KHAN نے کی۔ اِس موقع پر ملک کے وزیرِ تعلیم جناب A. DARSURAMEN نے بھی حاضرین سے خطاب کیا اور بڑی تفصیل سے انہوں نے حضورِ انور کا تعارف کرایا اور مختلف شعبۂ زندگی میں جماعتِ احمدیہ کی خدمات کا نہایت عمدہ رنگ میں ذکر کیا۔ ان کے خطاب کے بعد حضورِ انور نے اپنے لیکچر کا آغاز فرمایا اور قرآن کریم کی متعدد آیات کی روشنی میں اِس موضوع پر نہایت بصیرت افروز خطاب فرمایا۔ خطاب کے بعد حاضرین کو سوالات کا موقع دیا گیا۔ آخر پر جناب وائس چانسلر نے پوائنٹس کی شکل میں حضورِ انور کے خطاب کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے حضورِ انور اور دیگر تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ تقریباً ۷۵۰ حاضرین نے اِس تقریب میں شرکت کی جن میں ملک کے مختلف طبقۂ فکر کے ممتاز افراد شامل تھے۔

اسی رات TOUCSSROK نامی ہوٹل میں حضورِ انور کے اعزاز میں ایک ڈنر دیا گیا۔ اس میں ماریشس

کے وزیر اعظم، وزیر زراعت، مختلف مذہبی نمائندگان اور کئی غیر ملکی سفراء اور دیگر ممتاز افراد نے شرکت کی۔ ڈنر کے اختتام پر امیر صاحب ماریشس، سیدنا حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ اور جناب وزیر اعظم نے حاضرین سے مختصر خطابات کئے۔ یہ تقریب رات پونے گیارہ بجے تک جاری رہی۔ ۲۰ ستمبر کو حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے لئے TROVAUX BICHES تشریف لے گئے۔ اسی روز حضورِ انور ایک احمدی دوست کی ٹینری دیکھنے کے لئے بھی گئے۔ ظہر و عصر کی نمازوں کے بعد مجلس عاملہ کے ساتھ میٹنگ ہوئی۔

۲۱ ستمبر کو حضورِ انور PAMPLEMOUSES گارڈن دیکھنے تشریف لے گئے جہاں CONSERVATIVE OF FOREST جناب OWADALLY نے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا استقبال کیا اور باغ کے مختلف پودوں اور درختوں کے بارہ میں مفید اور دلچسپ معلومات سے آگاہ کیا۔ یہاں سے حضورِ انور ARTHURIUM نتھنی تشریف لے گئے۔ ۲۲ ستمبر کو اخبار WEEK-END اور ماریشس براڈ کاسٹنگ ٹی۔ وی نے حضورِ انور کا انٹرویو لیا۔ قبل دوپہر مجلس عاملہ کا اجلاس ہوا۔ ماریشس میں قیام کے آخری دو روز میں مجلس عاملہ کے ساتھ میٹنگز ہوتی رہیں۔ علاوہ ازیں انفرادی ملاقاتوں اور مجالس عرفان کا سلسلہ بھی جاری رہا۔

۲۴ ستمبر کو کثیر تعداد میں احمدی احباب مرد و زن، چھوٹے بڑے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ کو الوداع کہنے کے لئے ایئر پورٹ پہنچے۔ حضورِ انور نے تمام مردوں کو شرفِ مصافحہ بخشا اور دعا کے ساتھ ان سے الوداع ہوئے اور ۲۵ ستمبر کو صبح مع قافلہ بخیریت پیرس پہنچے۔ یہاں ۲۸ ستمبر تک فرانس مشن میں حضورِ انور نے قیام فرمایا۔ اس عرصہ میں مجالس عرفان، مجلسِ شوریٰ، اجلاسات مجلس عاملہ اور احباب سے ملاقاتوں کے پروگرام جاری رہے۔ ۲۸ ستمبر کو بعد دوپہر حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مع قافلہ بخیریت واپس لندن پہنچ گئے۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

خدا کے فضل و کرم کے ساتھ یہ سفر ہر لحاظ سے بڑا ہی بابرکت رہا۔ اللہ کے فضل سے کئی نئے پروگراموں کا اجراء اور کئی نئے منصوبوں کے کام کا آغاز ہو چکا ہے جو ان ممالک میں احمدیت کی ترقی اور نفوذ کے لحاظ سے نیز تاریخ احمدیت کے اعتبار سے سنگِ میل ثابت ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

قوّتِ فیصلہ

(محمد ادریس چوہدری صاحب۔ امریکہ)

ہمیں دن رات کوئی نہ کوئی فیصلہ کرنے کی صورتِ حال درپیش رہتی ہے۔ بعض فیصلے تو دُور رَس نتائج اور اہمیّت کے حامل ہوتے ہیں لیکن بعض کی اہمیّت معمول سے چنداں زیادہ ــــ ذہن میں کوئی سی صورتِ حال تصور کریجئے۔ مثال کے طور پر آپ کبھی کسی کے رفیقِ کار تھے۔ وقت نے دونوں میں دُوری ڈال دی۔ مدّت کے بعد آپ ایک ہزار میل کا سفر اختیار کرکے تھوڑے عرصہ کے لئے چھوٹے بھائی سے ملنے کے لئے گئے ہوئے تھے کہ وہ دیرینہ رفیقِ کار اُسی شہر میں مل جاتا ہے اور آپ کو اپنی بیٹی کی شادی کا دعوت نامہ پیش کرتا ہے شادی دُو ماہ بعد ہونا قرار پا چکی ہے اور آپ نے اس سے قبل واپس چلے جانا ہے۔ اِس صورت میں آپ اسے کیا جواب دیں گے ــــ ؟ جواب دراصل آپ کے فیصلہ کرنے کے انداز یا طرزِ عمل پر منحصر ہے۔ اکثر لوگ ایک ہی ڈگر کے عادی بن جاتے ہیں اور ہمیشہ درپیش صورتِ حال میں پُرانے طریقِ کار کی تقلید کرتے رہتے ہیں۔ لیکن جس قسم کا فیصلہ کرنا مطلوب ہوتا ہے اُسے ملحوظ نہیں رکھتے۔ ہر شخص میں لچک کا مادہ پایا جاتا ہے کسی میں کم اور کسی میں زیادہ۔ پیشِ نظر صورتِ حال کو جانچ کر فیصلہ کرنا ہی حالات کے موافق ڈھل جانیوالی عمدہ شخصیّت کی نشان دہی کا طریق ہے۔

ماہرین کا خیال ہے کہ بنیادی طور پر ہم لوگوں میں فیصلہ کرنے کی قوّت چار مختلف رُوپوں یا اندازوں میں رونما ہوتی ہے۔

- **حسّاس** : اِس قسم کا شخص بنیادی طور پر اپنے فیصلے وجدان کے ذریعہ طے کرتا ہے۔ وجدان کی اہمیت اَور بھی زیادہ اہم ہو جاتی ہے جب تمام حقائق کی چھان بین کر لی گئی ہو۔ اکثر وجدان کی بنیاد ماضی کے ماحصل پہ پائی جاتی ہے۔ اگرچہ اکثر طور پر ہم اِس حقیقت سے آشنا نہیں ہوتے کہ ہمیں ایسا تجربہ پہلے کبھی ہو چکا ہے۔ اگر حسّاس فیصلے کرنے والے کا مقابلہ ذیل میں دئے گئے فیصلہ کرنے کے اندازوں سے کیا جائے تو اس کے فیصلے نسبتاً زیادہ صحیح نکلتے ہیں۔ کئی دفعہ دیکھا گیا ہے کہ اگرچہ حقائق کی

خلاف ورزی ہی کیوں نہ کر لی گئی ہو پھر بھی گہری حس پر مبنی فیصلہ ہی صحیح نکلتا ہے۔ معمول کے طور پر دعا اور خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا نہایت مفید ثابت ہوتا ہے۔ اِس ضمن میں استخارہ کی اہمیّت اور عظمت بیان سے باہر ہے۔

• **مترکّب** : ایسے شخص کو اکثر دوسروں کے ساتھ گھُل مل جانے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اکثر اس میں اپنے جذبات پر مکمل عبور اور قابو کی تصویر نظر آتی ہے۔ اُس کی ہر کوشش یہی ہوتی ہے کہ غلطی ہرگز نہیں ہونے دینی اور کام بہر کیف صحیح اور درست کرنا ہے۔ وہ ہمیشہ فیصلہ حقائق کی روشنی میں کرتا ہے۔ وہ جذبات کی اہمیّت کو ناقابلِ اعتناء سمجھتا ہے۔ اکثر اوقات ترکیبی اجزاء پر غور کرنے والے کو فیصلہ کرنے میں بہت لمبا وقت لگ جاتا ہے اور بالآخر جب فیصلہ کرنے کا وقت آتا ہے تو اس کے سامنے منوں حقائق کا انبار لگا ہوا ہوتا ہے اور بالفرض فیصلہ غلط نکل بھی آیا تو اسے بجائے خود کے حقائق کو الزام و دشنام دینے میں ذرا دریغ نہیں ہوتا۔ آخرکار اُس نے تو پوری کوشش کی تھی لیکن معلومات ہی کم و کوتاہ نکلیں۔ جن لوگوں کا نظم و نسق سے واسطہ رہتا ہے وہ اکثر اجزاء کی ترکیب و ہیئت پر غور کرنے کے بعد فیصلہ کرتے ہیں۔

• **زُود پسند** : اِس قسم کا شخص چاہتا ہے کہ چُٹکی بھر میں فیصلہ کرلے۔ وہ اکثر طور پر حقائق جن پر صورتِ حال کا مدار ہوتا ہے کا اِنتظار برداشت نہیں کر سکتا لیکن اس قسم کے شخص کو دوسرے فیصلہ کرنے کے انداز والوں پر اُس وقت خصوصاً برتر پایا گیا ہے جب کہ وقت کی قلّت ہو اور فیصلہ آناً فاناً کرنا ضروری ہو۔ اس قسم کی صورتیں زندگی میں کئی دفعہ پیش آتی ہیں مثلاً کسی جگہ پہنچنے کے لئے تانگہ یا ٹیکسی پر سواری کی جائے۔ ہوا بازوں کی پل بھر میں فیصلہ کرنے کی اہلیّت ضرب المثل ہے۔ زُود پسند شخص اکثر خود اعتمادی کا پُتلا ہوتا ہے اور یُوں معلوم ہوتا ہے جیسے تفاخر میں ہر کسی کو مات دکھانے کے درپے ہو۔ وہ دوسروں کی رائے طلب کرنا پسند نہیں کرتا۔ چُٹکی بھر میں فیصلہ کرنے والے لوگ اکثر اِس بات سے آشنا ہوتے ہیں کہ ان کا مدِّ نظر اور مدعا حصل کیا ہے۔ اگر وہ کسی کی رائے طلب کریں بھی یا حقائق کی تلاش کرنے پر آمادہ ہوں تو یوں محسوس کرتے ہیں جیسے کوئی ان کو اپنی اغراض کے حصول سے باز رکھنے کے درپے ہو۔

• **ڈھیلڑ** : ایسے شخص کو یُوں محسوس ہوتا ہے جیسے چلتے میں پاؤں پہ سنگلاخ پڑ گئے ہوں وہ غلطی سرزد ہونے سے بڑا خائف رہتا ہے۔ نتیجۃً وہ فیصلہ کرنے کو آج نہیں کل کے کھیل میں بدلتا جاتا ہے اس کی حالت کچھ ایسے ہوتی ہے جیسے اُس کے باطن میں کر نہ کر کے تکرار کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ چل رہا ہو۔ حتیٰ کہ اس کی قوّتِ فیصلہ فالج کی حدود کے اندر پہنچ جاتی ہے۔ ایسے لوگوں میں کم مائیگی کا مادہ کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہوتا ہے۔ ان میں ہر وقت یہی خوف طاری رہتا ہے کہ دوسرے لوگ کیا کہیں گے۔ وہ جلدی دوسروں کے اثر تلے آجاتے ہیں اور ہمیشہ ذمّہ داری سے کنارہ کشی پسند کرتے ہیں پھر بھی ایسے لوگوں کا ایک مثبت پہلو

ہماری توجہ کا مستحق ہے۔ یعنی وہ کبھی بڑے پیمانہ کی تبدیلی کے حق میں نہیں ہوتے۔ مثال کے طور پر ایک ہی پیشہ کو دیر تک اپنائے رکھیں گے یا ان کی شادی ٹوٹنے کا امکان کم ہوگا۔ ایک لحاظ سے یہ خاصیّت خامی بالکل قرار نہیں دی جاسکتی بلکہ بعض فیصلوں کی تو نوعیّت ہی ایسی ہوتی ہے کہ ان میں تعجیل برتنا ہلاکت کو دعوت دینے کے برابر ثابت ہوسکتا ہے۔

اِن چاروں اندازِ فکر میں کچھ خوبیاں اور بعض خامیاں پائی جاتی ہیں۔ صاحبِ فکر لوگ خود کو ان سے آگاہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ صرف ایک اندازِ فیصلہ کی بِنا پر ہم شاذ و نادر ہی فیصلہ کرتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کسی صورت میں ایک اندازِ فیصلہ غالب نظر آئے لیکن اس کے ساتھ چند دوسروں کا عمل دخل ضرور ہوگا۔ اگر آپ کی طبیعت حسّاس ہے تو امکان ہے کہ آپ کو یہ مضمون پڑھ کر افسوس ہوا ہو۔ اگر آپ جُزو کُل پر نظر رکھنے والے (مترکب) ہیں تو آپ اِس مضمون کی داد دے رہے ہوں گے۔ اگر آپ زُود پسند ہیں تو شاید آپ نے عنوان پڑھ کر ہی چھوڑ دیا ہو۔ اگر آپ التواء پسند ہیں تو ممکن ہے آپ اسے دوبارہ سہ بارہ پڑھ رہے ہوں۔ آپ کا تعلق ان میں سے ایک سے یا سب سے عین ممکن ہے۔

عِلم و معرفت کا پروگرام انصار اللہ

تمام زعماء مجالسِ انصار اللہ سے التماس ہے کہ علم و معرفت میں ترقی کے مرکزی پروگرام مطالعہ کتب روحانی خزائن و سِلسلہ امتحان از تعلیمی نصاب میں زیادہ سے زیادہ انصار کو شریک کریں۔

ماہِ دسمبر ۱۹۸۸ء میں انصار کے ماہوار مطالعہ کے لئے کتاب 'حقیقۃ المھدی' مقرر ہے تمام انصار اِس کتاب کو انفرادی طور پر زیرِ مطالعہ رکھنے کے علاوہ کوشش کریں کہ ہر احمدی گھرانہ میں سب افرادِ خانہ کی موجودگی میں مقررشدہ کتاب کے درس کا اہتمام کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ سب انصار کو اپنی ان ذمّہ داریوں کو باحسن ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(قیادتِ تعلیم مجلسِ انصار اللہ مرکزیہ۔ ربوہ)

زعماءِ اعلیٰ اپنی رپورٹیں دس تاریخ تک مرکز میں پہنچانے کا انتظام کریں۔

(قائد عمومی مجلسِ انصار اللہ مرکزیہ۔ ربوہ)

خدمتِ دین کا شوق رکھنے والے احباب توجہ فرمائیں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوّراللہ مرقدہٗ نے وقفِ جدید کی مبارک تحریک کا اجراء کرتے ہوئے فرمایا :-

"یاد رکھو آنے والے آئیں گے اور انہیں رزق بھی خدا دے گا مگر پہلے آنے والوں کے لئے بہت برکت ہوگی جو پہلے آئیں گے اُن کے لئے جنّت کے دروازے پہلے کھولے جائیں گے۔"

دفتر وقفِ جدید کی طرف سے معلّمین وقفِ جدید کے لئے تعلیم و تربیت کی نئی کلاس ۱۵۔ جنوری ۱۹۸۹ء سے شروع ہو رہی ہے۔ سلسلہ کا درد رکھنے والے افراد خدمتِ دین کے اِس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اپنی درخواستیں مقامی امیر و صدر کی معرفت اپنے کوائف مثلاً عمر و تعلیم وغیرہ کے ساتھ بھجوا دیں تاکہ انہیں انٹرویو کے لئے لکھا جا سکے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

(ناظم ارشاد وقفِ جدید)

مطالعہ کتب حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"جو شخص ہماری کتب کو کم از کم تین بار نہیں پڑھتا اس میں ایک قسم کا کبر پایا جاتا ہے۔"

تمام انصار اپنے اپنے گھروں میں ایسا لائحہ عمل اختیار کریں کہ ان روحانی خزائن سے ہماری ہر نسل زیادہ سے زیادہ مستفیض ہوتی رہے۔ واضح ہو کہ "یہ کتب قرآن کریم ہی کی کھلی کھلی تفسیر ہیں۔" لہٰذا ضروری ہے کہ ہر ناصر کتب حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے روزانہ مطالعہ کو اپنا معمول بنائے۔

(قیادتِ تعلیم مجلس انصاراللہ مرکزیہ۔ ربوہ)

اگر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے تو فوراً تجدید کروا لیجئے

(مینیجر ماہنامہ انصاراللہ ربوہ)

نصرت جہاں تحریکِ نو

پیارے امام کا تازہ ارشاد

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یُو۔کے کے جلسہ سالانہ کے موقع پر ۲۳ر جولائی ۱۹۸۸ء کو اپنے خطاب میں ارشاد فرمایا کہ

"نصرت جہاں سکیم کے تابع اَب ہم صرف طبّی یا تعلیمی دُنیا میں ہی افریقہ کی مدد نہیں کریں گے بلکہ غریب اور بے وسیلہ ہونے کے باوجود اقتصادی معاملات میں، ٹریڈ میں اور انڈسٹری میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ ان ملکوں کی ہر طرح مدد کریں گے اور کرتے چلے جائیں گے۔ مَیں یہ یقین رکھتا ہوں کہ چونکہ ہم خالصۃً للہ یہ کام کریں گے اِس لئے بعید نہیں کہ اِن قوموں کی آزادی جماعتِ احمدیہ کے ساتھ وابستہ ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعتِ احمدیہ کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ ان کو ان سینکڑوں سال کی زنجیروں سے آزاد کرانے کی سعادت جماعتِ احمدیہ کو حاصل ہو۔ آمین ثم آمین

اِس ضمن میں کئی اقدامات کئے جا چکے ہیں مَیں صرف یہ اعلان کر کے اِس بات کو ختم کرتا ہوں کہ آپ میں سے جو بھی کسی بین الاقوامی تجارت کا تجربہ رکھتا ہو وہ اپنا نام پیش کرے کسی قِسم کی انڈسٹری قائم کرنے کا، کارخانہ قائم کرنے اور چلانے کا تجربہ رکھتا ہو وہ اپنا نام پیش کرے۔ کسی قِسم کے ایسے فن سے اس کا تعلق ہو جو افریقہ کی خدمت کے لئے استعمال ہو سکتا ہو وہ اپنا نام پیش کرے"۔

احباب اپنے کوائف جلد از جلد سیکرٹری مجلس نصرت جہاں ربوہ کو بھجوائیں۔

(سیکرٹری مجلس نصرت جہاں)

ہر ایک شخص کا صدق اس کی خدمت سے پہچانا جاتا ہے۔

(حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ)

ماہنامہ انصار اللہ کی شرح چندہ میں اضافہ

گذشتہ چھ۶ سال سے ماہنامہ انصار اللہ کی شرح چندہ بیس۲۰ روپے سالانہ مقرر ہے ملک میں شدید مہنگائی کی وجہ سے گذشتہ دو تین سال سے ماہنامہ کی شرح چندہ میں اضافہ کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی سلسلہ کے بعض جرائد کے چندہ میں اضافہ ہو بھی گیا مگر مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے کوشش کی کہ اسی چندہ میں خریداران کو ماہنامہ مہیا کیا جاتا رہے الحمد للہ کہ خریداری میں اضافہ اور بعض مخیر دوستوں کے تعاون سے مجلس اسی شرح چندہ میں باقاعدگی سے ماہنامہ مہیا کرتی رہی۔

لیکن امسال کاغذ کی غیر معمولی مہنگائی کی وجہ سے ماہنامہ کی شرح چندہ میں اضافہ ناگزیر ہو گیا ہے لہٰذا مجلس مرکزیہ نے یکم جنوری ۱۹۸۹ء سے ماہنامہ کی سالانہ شرح چندہ مبلغ **تیس ۳۰/- روپے** مقرر کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ دوست مطلع رہیں اور آئندہ نئی شرح کے مطابق ادائیگی فرماویں۔ البتہ ۳۱ دسمبر ۱۹۸۸ء تک پرانی شرح کے مطابق ہی چندہ ادا کیا جا سکے گا۔

(قائد اشاعت مجلس انصار اللہ مرکزیہ)